امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ انسانی تاریخ کا سب سے لمبا سفر
■ موجودہ حالات سے قطعاً مایوس نہ ہوں
■ ملک کی دولت امیروں کے قبضہ میں
■ مسلم سائنسدانوں کے کارنامے
■ اسلام میں کشش کے اسباب
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، طب وصحت

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۱۴ر رجب المرجب ۱۴۴۴ھ مطابق ۶ر فروری ۲۰۲۳ء روز سوموار | **شمارہ نمبر** 06

بین السطور

یہ فتنے جو ہر اک طرف اٹھ رہے ہیں

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اسلام مخالف طاقتیں روز اول سے اس کوشش میں رہی ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو دین سے بیزار کر کے راہ ہدایت سے ہٹا کر راہ ضلالت پر ڈال دیا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایمان قبول کرنے والوں پر ظلم وستم کے پہاڑ اسی لیے توڑے جاتے تھے کہ وہ کسی طرح کلمہ کا انکار کر کے پھر سے ضلالت وگمراہی اور شرک وبت پرستی کی راہ پر لگ جائیں، لیکن یہ کام اس دور میں ممکن نہیں ہوسکا؛ کیوں کہ جام وحدت پی کر جو ایمان ویقین ان کے سودائے قلب میں جاگزیں ہو گیا تھا اور معرفت الٰہی کی جو لذت انہیں ملی تھی، اس نے اس قدر انہیں سرشار کر دیا تھا کہ ایمان کا سرور کسی بھی ظلم وستم سے دور نہیں کیا جاسکا، بعد میں مسیلمہ کذاب کے زمانہ میں خود اس نے اور جھوٹے مدعیان نبوت ومہدیت نے ایک شیطانی نظام کے تحت مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کا کام کیا، فرقۂ باطنیہ جس کا بانی حسن بن صباح تھا اور جس نے مصنوعی جنت بنا رکھی تھی چھٹی صدی ہجری میں اس فرقہ کے عروج نے کتنے ایمان والوں کو موت کے گھاٹ اتارا، اور کتنوں کو مصنوعی جنت کا خواب دکھا کر ایمان واسلام سے دور کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

ہندوستان میں حزب الشیطان نے اس مہم کے ذریعہ بھولے بھالے اور سیدھے سادے مسلمانوں کو اپنا شکار بنایا، قلوب میں شکوک وشبہات پیدا کر کے مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے اور اسلامی احکام ومعتقدات پر اعتراضات کر کے اس کی حقانیت پر سوالات کھڑے کیے، کبھی نیچریت نے زور پکڑا، کبھی حدیث کا انکار کیا گیا اور کبھی اسلام کے سارے احکامات وجزئیات کو قرآن کریم تک محدود کر دیا گیا، ہندوستان سے باہر مستشرقین نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور بزعم خود علمی انداز میں اسلام کے مسلمات کو اعتراضات کا نشانہ بنایا، ہندوستان کا ایک طبقہ جو ہندوستان سے آکسفورڈ، کیمبرج اور دوسری یورپی درسگاہوں میں حصول تعلیم کو فخر ومباہات کا ذریعہ سمجھتا تھا اور مغرب سے آنے والی ہر ہوا ان کے دماغ کو تر وتازہ رکھتی تھی، مستشرقین کے احساسات وخیالات اور ان کی غلط فہمیوں پر مبنی تخیلات وتحقیقات کو ہندوستان نے برآمد کر لیا اور اپنی ہمہ دانی کے زُعم میں اسے ہندوستان میں تیزی سے پھیلانے کا کام کیا، اس طرح ہندوستان کی حد تک مستشرقین یورپ کی ضرورت باقی نہیں رہی، وہاں کے بیش تر فضلاء اور فارغین نے مرعوبیت کے زیر اثر مستشرقین کے شکوک وشبہات پھیلانے کے کام کو اپنے ذمہ لے لیا، اب نقل (قرآن وحدیث) کے بجائے عقل میزان ہوگئی اور جو بھی چیز کھوپڑی میں نہیں سماسکی، اس کا انکار کیا گیا، بڑی تعداد میں مسلمان اس سے متاثر ہوئے، روس کے انقلاب کے بعد ایک بڑا طبقہ مارکسزم اور لینن واد کے زیر اثر آ گیا، جس کی وجہ سے مارکسی اور ترقی پسند ادب نے یہاں فروغ پایا، معاش کے حصول اور سرمایہ دارانہ نظام کو معطل اور کالعدم کرنے کے چکر میں مذہب بیزاری، دین سے دوری، اس قدر عام ہوگئی کہ دین ومذہب، خدا ورسول، جنت وجہنم، تقدیر خیر وشر کا تصور ذہن سے نکل گیا، اس شجر خبیث سے جو سلسلہ چلا اس نے دہریت اور خدا کے تصور کے بغیر ساری کائنات کو عناصر میں ظہور ترتیب کا نتیجہ قرار دیا، اس لیے اس دور کے بہت سے ادبا، شعراء اور مفکرین نے مرنے کے بعد دفن ہونے کے بجائے، ''پنچ تتز میں ویلین'' ہونے کے لیے اپنے کو آگ کے حوالہ کرنے کی وصیت کی اور دنیا ہی میں ان کو آگ نے جلا کر نمونۂ عبرت بنا دیا، فکری ارتداد کا یہ سلسلہ مختلف عنوانوں سے آج بھی جاری ہے، بقول حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب ''ارتداد دبے پاؤں آتا ہے، غیر محسوس طریقہ پر داخل ہوتا ہے اور ایسا میٹھا زہر بن کر حلق سے اترتا ہے کہ زہر کھا کر بھی انسان تحسین وتعریف کے جملے کہتا ہے۔''

ایک دوسرے طبقہ نے ارتداد کے جراثیم، مذہب کی چادر اوڑھ کر پھیلانا شروع کیا، مہدویت اور قادیانیت کی تحریک نے ختم نبوت کے عقیدے پر چوٹ کیا اور مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے چیلوں نے ارتداد کی نئی مہم شروع کی، یہ مہم مذہب کی آڑ میں شروع کی گئی تھی؛ اس لیے زیادہ خطرناک تھی، چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ وغیرہ نے اس کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے پوری توانائی لگادی، حضرت مونگیری کا یہ جملہ ایک زمانہ میں زبان زد خلائق تھا کہ ''قادیانیوں کے خلاف اتنا لکھوا اور اتنا چھاپو اور اس قدر تقسیم کرو کہ ہر مسلمان جب صبح اٹھے تو اس کے سرہانے قادیانیوں کے خلاف کوئی نہ کوئی رسالہ اور کتابچہ موجود ہو''۔

علماء کے نتائج سامنے آئے، اس فتنہ کے سیلاب بلا خیز پر بند باندھا گیا، اس کی طغیانی میں کچھ کمی آئی، پاکستان میں قادیانیوں کو پارلیامنٹ کے ذریعہ غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے باوجود اس فتنہ کا پورے طور پر قلع قمع اب تک نہیں کیا جا سکا ہے، انگریزوں کی یہ کاشت امریکہ، برطانیہ ہی میں نہیں، ہمارے ملک میں بھی اپنے قدم جمانے میں لگی ہوئی ہے، اس کے عبادت خانے مختلف شہروں میں موجود ہیں، اس کے مکتبے اور رسائل اس کے معتقدات کو پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

قادیانیت ہی کی ایک شاخ شکیل بن حنیف کا فتنہ ہے، جو ان دنوں یونیورسٹی اور کالج کے طلبہ میں برگ وبار لا رہا ہے، شکیل بن حنیف (ولادت ۱۹۶۸) پیدا عثمان پور رتن پورہ دربھنگہ میں ہوا، تعلیم انجینئر نگ کی پائی، اس نے پہلے لچھمی نگر دہلی میں ایک مکان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور اب ان دنوں اورنگ آباد شہر سے باہر ''پڑے گاؤں'' میں جا کر پڑ گیا ہے، رحمت نگر کے نام سے پوری کالونی پولیس اکیڈمی کے قریب بنالیا ہے اور جس طرح قادیانی جال میں پھانس کر قادیان لے جاتے ہیں اسی طرح یہ اپنے ماننے والوں کو اورنگ آباد بلاتا ہے، اور ذہنی تطہیر کے مرحلہ سے گذارتا ہے، یہ فتنہ اس قدر بڑھ رہا ہے کہ ابھی چند سال قبل ایک مذہبی خانوادہ میں نکاح پڑھانے کے لیے جانا ہوا، حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ بھی تشریف لے گیے تھے، نکاح سے قبل خبر ملی کہ یہ لڑکا شکیل بن حنیف کا مرید ہے، بلا کر حضرت نے بہت سمجھایا، مہدی موعود کی علامت والی حدیثیں بھی سنائیں؛ لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوا، مجبوراً ہمیں اس نکاح کو روک دینا پڑا، حضرت مولانا جب کوئی حدیث سناتے تو وہ کہتا کہ یہ علامت شکیل بن حنیف میں پائی جا رہی ہے، بالآخر وہ گاؤں چھوڑ کر شکیل کے پاس چلا گیا، یہ ایک واقعہ ہے، لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس کا فتنہ دیندار مسلم گھرانوں تک پہونچ رہا ہے، اس لیے اس کے تعاقب کی سخت ضرورت ہے، واقعہ یہ ہے کہ فتنوں کے اندھیرے ہماری دیواروں تک پہونچ گیے ہیں، اور ہمارے دروازوں پر دستک دے رہے ہیں۔

اس لیے اس فتنہ کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے ہر سطح پر کام کرنے کی ضرورت ہے، ہمت اور ثابت قدمی کے ساتھ اہل خانہ کی فکری وایمانی تربیت اس انداز میں کرنی چاہیے کہ وہ فتنوں سے باخبر رہیں، تاکہ ان کے جال میں نہ پھنسیں، جن علاقوں میں فتنے پھیل رہے ہیں، اس کا جائزہ لے کر علماء، ائمہ مساجد، مذہبی تنظیموں کو متوجہ کیا جائے، تاکہ اس فتنہ کے تدارک کے لیے وہ آگے آسکیں۔ بچوں کو فکری ارتداد سے بچانے کے لیے انہیں مشنری اسکولوں اور ایسے اداروں میں پڑھانے سے بھی گریز کرنا چاہیے، جہاں دیوی دیوتاؤں کی پوجا، وندنا، یوگا، پرارتھنا، ان کی روٹین کا حصہ ہو اور جہاں عیسائیت اور ہندوازم کو قومی ثقافت وکلچر، تہذیب ووراثت کا حصہ بتا کر بچوں کے معصوم ذہنوں کو زہر آلود کیا جا رہا ہو۔

ایک بڑا فتنہ ان دنوں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ مسلم لڑکیوں کی شادی اور ان کے گھر سے فرار ہونے کا ہے، اس فتنہ کی وجہ سے ارتداد کی نئی لہر نے مسلم گھرانوں پر دھاوا بول دیا ہے، ہماری لڑکیاں ان کے جال میں جن وجوہات سے پھنستی ہیں ان میں ایک بڑا سبب اختلاط مرد وزن ہے، یہ اختلاط تعلیمی سطح پر بھی ہے اور ملازمت کی سطح پر بھی۔ کوچنگ کلاسز میں بھی پایا جاتا ہے اور ہوسٹلز میں بھی، موبائل، انٹرنیٹ، سوشل میڈیا کے ذریعہ یہ اختلاط زمان ومکان کے حدود وقیود سے بھی آزاد ہوگیا ہے، پیغام بھیجنے اور موصول کرنے کی مفت سہولت نے اسے اس قدر بڑھاوا دے دیا ہے کہ لڑکے لڑکیوں کی خلوت گاہیں ہی نہیں، جلوت بھی بے حیائی اور عریانیت کا آستہ خانہ بن گئی ہیں، ارتداد کی اس نئی لہر سے ہر ایمان والے کا بے چین ہونا فطری ہے، ضرورت ہے کہ ان اسباب کو دور کیا جائے، جن کی وجہ سے ہماری لڑکیا مرتد ہو رہی ہیں، جن علاقوں میں ارتداد کی یہ نئی قسم سامنے آئی ہو اس کا مقامی سطح پر سروے کرایا جائے، گارجین کی جانب سے گم شدگی کا ایف آئی آر درج کرالیا جائے، وکلاء سے قانونی مدد لی جائے تاکہ ایسی لڑکیوں کی گھر واپسی کا کام آسان ہو جائے۔

اس فتنہ کا تدارک کسی ایک شخص اور تنظیم کے بس میں نہیں ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ گاؤں اور محلّہ کے مسلم اور غیر مسلم دانشور سر جوڑ کر بیٹھیں، اس لیے کہ اس کی وجہ سے سماج میں تناؤ پیدا ہوتا ہے، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو ٹھیس پہونچتی ہے اور سماجی تانا بانا بکھر کر رہ جاتا ہے، وقت کی اس اہم ضرورت کو سمجھنا چاہیے اور سب کو اس فتنہ کے تدارک کے لیے آگے آنا چاہیے۔

اچھی باتیں

''شکر ادا کرنا شکوہ کرنے سے بہت بہتر ہے۔ ☆ دوست چہرہ دیکھ کر نہیں بلکہ اخلاق اور چاہت دیکھ کر بناؤ، کیوں کہ اگر سفید رنگ میں وفا ہوتی تو نمک بھی زخموں کی دوا ہوتی۔ ☆ سہنے والوں کو اگر صبر آجائے تو ظالم کی اوقات دوکوڑی کی رہ جاتی ہے۔ ☆ لوگوں کو دعا کے لیے کہنے سے زیادہ بہتر ہے کہ لوگوں سے ایسا سلوک کرو کہ ان کے دل سے دعا نکلے۔ ☆ دوسروں کے بارے میں اچھا گمان رکھنا بہترین عبادت ہے۔ ☆ بھوک اور مسکینی میں زندگی گذارنا کسی کمینے کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بہتر ہے۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''پارلیامنٹ کا اجلاس کتنے دنوں چلے گا اور اس کی کتنی نشستیں ہوں گی اس کی تعیین سرکاری کام کے اعتبار سے کی جاتی رہی ہے، لیکن گذشتہ ایک دہائی کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ پارلیامنٹ اور اسمبلیوں کے اجلاس کے ایام اور نشستوں کی تعداد سرکار کم کرتی جارہی ہے اور بل جلد بازی میں پاس کرائے جا رہے ہیں، اس وجہ سے قانون کی افادیت ویسی باقی نہیں رہتی، جیسی بحث وتمحیص یا چھان بین کے بعد بنائے گئے قانون کی ہوا کرتی تھی، مثال کے طور پر تین زرعی قوانین کو سامنے رکھا جا سکتا ہے۔ جس کی بڑی مخالفت ہوئی اور حکومت کو بالآخر اسے واپس لینا پڑا۔ (راشٹریہ سہارا 28 جنوری 2023ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

رزق حلال کے لئے محنت ومشقت کرنا عبادت ہے

''اے مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے آذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دیا کرو، اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے، پھر جب نماز پوری ہوجائے تو اللہ کی زمین میں پھیل جاؤ، اللہ کی روزی تلاش کرو اور اس کو کثرت سے یاد کرتے رہو، تاکہ تم فلاح پاؤ'' (سورہ جمعہ: ۱۰)

مطلب: ہفتہ کے سات دنوں میں جمعہ کا دن ایک بڑا مبارک دن ہے، اسی لئے اس کو سید الایام سے تعبیر کیا گیا ہے، اس دن کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے رب ذوالجلال نے مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پوری توجہ اور دل جمعی کے ساتھ ادا کرنے کی ترغیب دی، غسل کرنے، صاف ستھرے کپڑے زیب تن کرنے اور خوشبو لگا کر مسجد میں نماز ادا کرنے کو مومن کامل کی صفت بیان کی اور فرمایا کہ جب جمعہ کی آذان ہوجائے تو دنیا کے سارے مشاغل کو ترک کردو، اگر تجارت وکاروبار سے جڑے ہوئے ہو تو دوکان ولین دین سب کچھ کو بند کردو اور نماز کے لئے خطبہ سے پہلے مسجد چلے جاؤ، آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہاں جب نماز پوری کرلو تو پھر اپنی تجارت اور خرید وفروخت میں لگ جاؤ اور رزق حلال کے لئے محنت ومزدوری کرو، غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید میں جمعہ کے لئے جمعہ کی آذان پر ''سعی'' کا حکم دیا گیا یعنی تیز قدموں سے جلد مسجد پہونچنے کی کوشش کرنا چاہئے اور پہلی صف میں بیٹھنے کی جدوجہد کرنی چاہئے، جو لوگ مسجد سے فاصلہ پر ہوں ان کے لئے پہلی آذان کے بعد ہی مسجد کے لئے نکلنا بہتر ہے، تاکہ خطبہ کی سماعت میں ان کی شرکت ہوسکے، البتہ جو لوگ مسجد کے قرب وجوار میں بستے ہیں ان کے لئے گنجائش ہے کہ وہ دوسری آذان کے شروع ہوتے ہی مسجد پہونچ جائیں۔

مذکورہ آیت میں دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ نماز پوری کرنے کے بعد رزق حلال کی تلاش میں لگ جاؤ، کیونکہ فرض نمازوں کے بعد سب سے بڑا فریضہ حلال رزق تلاش کرنا ہے، اس سے غفلت اور کوتاہی جرم ہے، کیونکہ حلال روزی کے لئے محنت ومشقت اٹھانا اور اس کی طلب وجستجو میں لگانا عبادت اور کارثواب ہے، جس طرح سے ایک انسان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک کو جانے، پہچانے اور اس کی عبادت کرے، اسی طرح اس بات کا بھی تقاضا کیا گیا کہ وہ زندگی گذارنے کے ذرائع کو حاصل کرے اور دوسروں کے سامنے دست طلب دراز کرنے اور کاسہ گدائی لے کر پھرنے کی ذلت سے بچے جو شخص کام کی صلاحیت رکھتا ہو، اس کے لئے بے کار رہنا صحیح نہیں ہے، انہیں اپنی معیشت بہتر بنانے کے لئے محنت ومزدوری کرنی چاہئے، معمولی پونجی سے بھی کاروبار شروع ہوسکتا ہے، اس لئے کہ اللہ رب العزت نے تجارت وکاروبار میں بڑی برکتیں رکھی ہیں، اس وقت دنیا کے نظام معیشت پر سرمادارانہ نظام یا اشترا کی نظام کا قبضہ ہوچکا ہے، اگر ہم اسلامی نظام معیشت کو زندہ کریں تو آمدنی کے ذرائع بھی بڑھیں گے اور سودی نظام سے پاک ہمارا کاروبار ہوگا اور منافع بخش بھی ہوگا، اس میدان میں مسلمان آج کہاں ہیں؟ یہ غور وفکر کا بھی موضوع ہے اور عملی طور پر کچھ کرگذرنے کا بھی۔

چار بڑی نعمت

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار صفتیں ایسی ہیں کہ اگر وہ تمہارے اندر پیدا ہوجائیں تو اگر دنیا کی کوئی نعمت تمہیں نہ ملی ہو تو تمہیں اس کا غم نہ ہونا چاہئے، اول یہ کہ امانت کی حفاظت کرنا، دوسرے یہ کہ سچ بولنا، تیسرے یہ کہ خوش اخلاقی سے پیش آنا اور چوتھے یہ کہ جو لقمہ کھا رہے ہو اس کا پاک ہونا'' (بیہقی)

وضاحت: دنیاوی زندگی میں صالح اور پاکیزہ کردار کے حامل انسانوں کا بڑا اکرام ہوتا ہے اور بدکردار انسان ہر جگہ ذلیل وخوار ہوتا ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے مومن بندہ کو صاف ستھری زندگی گذارنے اور سماج ومعاشرہ میں اخلاق کو معیاری بنانے کی تاکید کی ہے، حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ جس مسلمان کے اندر یہ چار صفتیں پیدا ہوگئیں، گویا اس کو دنیا وآخرت کی بہت بڑی نعمت حاصل ہوگئی، یہ چار صفتیں مختصر ہونے کے باوجود اتنی جامع ہیں کہ اس میں دین کا خلاصہ آگیا ہے، پہلی صفت یہ کہ امانت کی حفاظت کرنا کہ اس سے مسلمانوں کی دینی وملی شناخت قائم رہتی ہے، خیانت کرنے والا دنیا میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی رسوا ہوگا، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جب امانت ضائع ہونے لگے تو قیامت کا انتظار کرو، اگر غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ آج انسانی معاشرہ میں جو بھی افراتفری نظر آرہی ہے، وہ امانت داری کے اصول پر پوری طرح پابند نہ ہونے کی وجہ سے ہے، اس لئے ہمارا دینی واخلاقی تقاضا ہے کہ ہم ہر معاملہ میں امانت داری کو اپنائیں، دوسری صفت یہ کہ ہم سچ بولیں، کیوں کہ سچائی نجات کا راستہ ہے اور کذب بیانی ہلاکت وبربادی کا، دروغ گوئی سے معاشرے میں فتنہ وفساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے، حدیث پاک میں اس کو اکبر الکبائر یعنی بڑے گناہوں میں شمار کیا گیا ہے اور یہ سارا معاملہ دل کی کیفیت کا ہے، اگر دل درست ہوگا تو زبان بھی درست ہوگی، جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل بگڑا ہوا ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل　　　دل ونظر جو مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

تیسری صفت یہ کہ خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے ملا کریں، اس سے مومن کا کردار بلند ہوتا ہے اور وہ اللہ کی رحمت سے قریب ہوتا ہے، بداخلاق اور بدکردار انسان اللہ کی رحمت سے دور ہوتا ہے اور سماجی زندگی میں بے قیمت بن کر رہتا ہے، کیوں کہ یہ عجب وتکبر کی علامت ہے اور اللہ کو تکبر ومغرور انسان پسند نہیں ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اپنے اندر تواضع وانکساری پیدا کریں، مہذب اور شائستہ انسان کی یہی پہچان ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جو آدمی خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرتا ہے تو ان کے جدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور آخری صفت یہ بیان کی گئی کہ مشتبہ اور حرام غذا کھانے سے پرہیز کریں؛ کیوں کہ حلال کھانے سے دل میں روحانیت اور نورانیت پیدا ہوتی ہے اور حرام غذا سے ظلمت وتاریکی چھا جاتی ہے، سود اور جوا کے ذریعہ مال کھانا، غبن کرنا، رشوت لینا، حرام مال کی تجارت کرکے مال کمانا ایسی آمدنی کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، ایسی کمائی میں نہ تو برکت ہوگی اور نہ ہی ایسے شخص کی عبادت قبول ہوگی۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

مسلمان لڑکی کا غیر مسلم سے نکاح

س: بہت ساری مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں سے شادی کرلے رہی ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: آج کل ایک منظّم سازش کے تحت غیر مسلم نوجوان ایمان کا لٹیرا بن کر مسلم لڑکیوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، ان کو محبت کی جال میں پھنسا کر پہلے ان کا مذہب بدلواتے ہیں، پھر مندر میں جاکر ہندو رسم ورواج کے مطابق شادی کرتے ہیں، اگر کوئی لڑکی شروع میں ہندو مذہب اختیار نہ کرے تو بعد میں اختیار کرہی لیتی ہے، ورنہ اپنی عزت گنوا کر دھکے کھا کر بھاگنے پر مجبور ہوتی ہے، یہ بڑا افسوسناک معاملہ ہے کہ ایک مسلم گھرانے میں پلنے والی لڑکی کتنی آسانی کے ساتھ اس فتنہ کا شکار ہوکر اپنے دین وایمان کا سودا کرکے ضلالت وگمراہی میں جا پھنستی ہے اور آخرت سے بے پرواہ ہوکر جہنم کا ایندھن بن جاتی ہے (اللهم احفظنا منه)

یاد رکھئے! فتنہ کا مقابلہ ایمانی قوت وطاقت کے ذریعہ ہی کیا جاسکتا ہے اور ایمانی طاقت اسی وقت حاصل ہوگی جب دل میں اللہ کا خوف ہوگا، زندگی میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری اور شریعت کی مکمل پاسداری ہوگی، ورنہ ہوا کا معمولی جھونکا ہمارے ایمان کی روشنی کو بجھا دینے کے لئے کافی ہوگا، اس لئے ضروری ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا جائے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کی جائے، اسی میں مسلمانوں کی سعادت ونیک بختی اور کامیابی وکامرانی ہے، ورنہ ہلاکت وبربادی اور دردناک عذاب الٰہی ہے، ارشاد باری ہے:

''فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ'' (سورة الانفال: ۱)

اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی معاملات کو درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو، اگر تم ایمان والے ہو۔

ایک دوسری جگہ فرمایا: ''وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ یُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۚ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبۡهُ عَذَابًا اَلِیۡمًا'' (سورة الفتح: ۱۷)

جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ایسے باغات میں داخل فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری نہیں کرے گا، اس کو دردناک عذاب دیں گے۔

غیر مسلموں سے نکاح کے تعلق سے پاک پروردگار کا واضح حکم ہے کہ نہ تو کسی مسلمان مرد کا نکاح کسی کافر ومشرک خاتون سے ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی مسلمان خاتون کا نکاح کسی غیر مسلم مرد سے ہوسکتا ہے، دونوں ایک دوسرے کے لئے حرام ہیں: ''لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمۡ وَ لَا هُمۡ یَحِلُّوۡنَ لَهُنَّ'' (سورة الممتحنة: ۱۰) نہ وہ مسلمان عورتیں ان کافر مردوں کے لئے حلال ہیں اور نہ ہی وہ کافران مسلمان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔

سورۃ البقرۃ میں مزید وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ کافر ومشرک جاہ وجلال اور حسب ونسب کے اعتبار سے انہیں کتنا ہی پسند کیوں نہ آئے اس سے تمہارا نکاح جب تک وہ ایمان قبول نہ کرلیں نہیں ہوسکتا، اس کے مقابلہ میں دنیاوی اعتبار سے کم حیثیت والا مومن تمہارے لئے ہزار درجہ بہتر ہے، کیونکہ یہ کافر ومشرک دوزخ میں لے جانے والے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت ومغفرت کی طرف بلاتے ہیں۔

''وَ لَا تَنۡکِحُوا الۡمُشۡرِکٰتِ حَتّٰی یُؤۡمِنَّ ؕ وَ لَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَیۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِکَةٍ وَّ لَوۡ اَعۡجَبَتۡکُمۡ ۚ وَ لَا تُنۡکِحُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ حَتّٰی یُؤۡمِنُوۡا ؕ وَ لَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَیۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِکٍ وَّ لَوۡ اَعۡجَبَکُمۡ ؕ اُولٰٓئِکَ یَدۡعُوۡنَ اِلَی النَّارِ ۚۖ وَ اللّٰهُ یَدۡعُوۡۤا اِلَی الۡجَنَّةِ وَ الۡمَغۡفِرَةِ بِاِذۡنِهٖ ۚ وَ یُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ'' (سورة البقرة: ۲۲۱)

ترجمہ: اور مشرک عورتیں جب تک مسلمان نہ ہوجائیں ان سے نکاح نہ کرو اور ایک مسلمان باندی بھی مشرک خاتون سے بہتر ہے، گو وہ تم کو پسند ہوں اور مسلمان عورتوں کا مشرک مردوں سے جب تک وہ مسلمان نہ ہوجائیں، نکاح نہ کرو گو وہ تم کو پسند ہوں، کیوں یہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں، تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں، مشہور مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ اس حکم کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کیوں کہ ازدواجی تعلقات آپس کی محبت ومودت اور یگانگت کو چاہتے ہیں اور بغیر اس کے ان تعلقات کا اصلی مقصد پورا نہیں ہوتا اور مشرکین کے ساتھ اس قسم کے تعلقات قریبہ محبت ومودت کا لازمی اثر یہ ہے کہ ان کے دل میں بھی کفر وشرک کی طرف میلان پیدا ہو یا کم از کم کفر وشرک سے نفرت ان کے دلوں سے نکل جائے اور اس کا انجام یہ ہے کہ یہ بھی کفر وشرک میں مبتلا ہوجائیں اور اس کا نتیجہ جہنم ہے، اس لئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انسان کو جنت ومغفرت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ (معارف القرآن: ۱/۵۴۰)

حکم خداوندی کے مطابق ایک مسلمان کا نکاح کسی کافر ومشرک سے نہیں ہوسکتا، شرعاً ناجائز وحرم ہے، اس کے بعد بھی کوئی مسلم خاتون کسی غیر مسلم سے شادی کرتی ہے تو شریعت مطہرہ میں اس شادی کا کوئی اعتبار نہیں، اس کے ساتھ معاشرت اور ازدواجی رشتہ قائم کرنا سب ناجائز وحرام ہیں، حرام کاری اور زنا کاری کا گناہ ہوگا اور ایمان جیسے قیمتی سرمایہ کے جانے کا اندیشہ الگ ہے۔

اس لئے ہر مسلمان لڑکی پر لازم وضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اپنی عصمت وآبرو اور ایمان جیسی قیمتی دولت کی دل وجان سے زیادہ حفاظت کریں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کو لازم پکڑیں، ورنہ جہنم میں اس بات کا افسوس کرنا ہوگا کہ اے کاش! ہم دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کرلئے ہوتے: ''یَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوۡهُهُمۡ فِی النَّارِ یَقُوۡلُوۡنَ یٰلَیۡتَنَاۤ اَطَعۡنَا اللّٰهَ وَ اَطَعۡنَا الرَّسُوۡلَا'' (الاحزاب: ۶۶) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف

جلدنمبر 63/73 شمارہ نمبر 06 مورخہ ۱۴؍رجب المرجب ۱۴۴۴ھ مطابق ۶؍فروری ۲۰۲۳ء روز سوموار

آثار قدیمہ کی حفاظت

دنیا کے تمام ممالک میں آثار قدیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے، کیوں کہ یہ آثار اس ملک کی تہذیب وثقافت اور تاریخ کا حصہ ہیں، ان کے مٹانے کی کسی بھی کوشش کا صاف مطلب اپنی تہذیب اور تاریخ پر کلہاڑا چلانا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہرملک آخری حدتک اس کی بقا کا انتظام کرتا ہے، اوراس کی حفاظت پر ہر سال کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں، اس کا فائدہ ملک کو یہ ہوتا ہے کہ سیاح اس کو دیکھنے کے لیے دور دور سے آتے ہیں، جواس ملک کی آمدنی میں اضافہ کا سبب ہوتا ہے اوراس کے ذریعہ ملک کی تہذیب وثقافت اورتاریخ سے دیگر ممالک کے لوگ بھی واقفیت حاصل کرتے ہیں۔

برطانیہ، متحدہ عرب امارات وغیرہ اس سلسلے میں زیادہ حساس ہیں، وہ قدیم گھروندے اور پرانی روش اور بود وباش کے طریقوں کو بھی نقاشی اور مصوری سے اجاگر کرتے ہیں، اس طرز کے مکانات بنا کر اس میں وہاں کی تہذیب وثقافت کو محفوظ کرلیتے ہیں، وہ پائے اور پیلر تک کو تاریخی سمجھتے ہیں اوران کو برباد کرنے کی کوئی مہم جرم کے درجے میں شمار ہوتا ہے۔ مصراور موہن جوداڑو، ہڑپا کی تہذیب عالمی طور پر قدیم تصور کی گئی ہے، ایک مصر کے حصہ میں آئی اور دوسری غیر منقسم ہندوستان کے، تیسرے نمبر پر ویشالی کے لچھوی راجاؤں کی تہذیب تھی، جو بہار کے لیے باعث فخر ہے۔

مصر کے اہرام، ابوالہول، غار وغیرہ آج بھی موجود ہیں اور مصر کی معاشی استحکام کا ذریعہ دراصل یہی ہیں، اسکندریہ علاقہ کی زرخیزی اور قاہرہ علاقہ کی سیاحت نہ ہوتو مصر کنگال ہوجائیگا، ان عمارتوں نے پورا اسلامی دور دیکھا، لیکن اسے مٹانے کا خیال کسی کے ذہن میں نہیں آیا، بلکہ ان لوگوں نے فرعونی دور کو یاد رکھنے کے لیے میوزیم میں فرعون کی لاش محفوظ رکھی ہے، رمسیس ثانی کے نام پر اسٹیشنوں کے نام رکھے ہیں اوراس دور کی چیزوں سے اپنے یہاں کی میوزیم کو آباد کررکھا ہے، انگلینڈ میں پرانے گرجا گھروں کو محفوظ کرنے اور رکھنے کے لیے دوسروں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں، لیکن اس کی اصلی ہیئت کو تبدیل کرنے کی اجازت قطعا نہیں ہوتی، افغانستان میں طالبان نے پہلے دور حکومت میں بدھ کی تاریخی مورتی کو زمین بوس کردیا تھا تو شرعی نقطہ نظر سے قطع نظر عالمی طور پر اس کی مذمت اس لیے کی گئی تھی کہ وہ ایک تاریخی ورثہ تھا، اس معاملہ میں طالبان کا کہنا تھا کہ اسلام بت شکنی کے لیے آیا تھا اور بتوں کی حفاظت ہمارا کام نہیں ہے ،ان کی دلیل میں وزن ہونے کے باوجود دنیا؛ بلکہ عالم اسلام نے بھی اس کو تسلیم نہیں کیا تھا۔

ہندوستان مین بھی 2014 تک حکومت کا رجحان آثار قدیمہ کی حفاظت کا تھا، بھاجپا کی حکومت میں اسے دوسری نظر سے دیکھا جانے لگا، مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ دور حکومت کو یہ حملہ آوروں کی حکومت سے تعبیر کرتے ہیں، اس لیے ان کے نزدیک ان عمارتوں کو نئے نئے نام دے کر اس کی تاریخ مسخ کی جارہی ہے، عمارت کے ساتھ شہروں، سڑکوں، پارکوں اور ریلوے اسٹیشن تک کے نام بدلے جارہے ہیں، حالاں کہ یہ ہمیں اس دور کی تاریخ کو یاد دلاتے ہیں، تہذیب وثقافت کو جاننے اور سمجھنے کی اہمیت بتاتے ہیں، الٰہ آباد پریاگ راج ہوگیا، مغل سرائے دین دیال اپادھیائے اوراب مغل گارڈن ''امرت ادھان'' کے نام سے جانا جارہا ہے، گیٹ آف انڈیا کرتو یہ پتھ بن گیا، انڈیا گیٹ کے پتھر پر کندہ نام تاریخ کا حصہ بن گیے، امر جیوتی گیٹ آف انڈیا سے اٹھالی گئی، پارلیامنٹ کی عمارت کو انگریزوں کی یادگار قرار دے کر نئی عمارت میں منتقل کردیا گیا، مغل حکمرانوں کے نام پر جو سڑکیں تھیں اسے بھی بدل دیا گیا اور جن کا کوئی رول ملک کی آزادی اور تاریخ میں نہیں تھا، وہ ان کی جگہ لے رہے ہیں، گاندھی جی کو کئی جگہ سے نکال دیا گیا ہے، اور روپے پر بھی کب تک رہیں گے کچھ کہنا مشکل ہے، ڈیجیٹل انڈیا اور ڈی جیٹل روپی پر اس کی ضرورت بھی باقی نہیں رہے گی۔

ہندوستان کے حکمرانوں کو اس حقیقت کو سمجھ لینا چاہیے کہ آثار قدیمہ کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اس کا تعلق کسی حکومت اور کسی بھی مذہب سے ہو وہ ملک کا مشترکہ ورثہ ہے، اور جس طرح دوسرے ممالک اس کی حفاظت کرے ہیں اوراس میں تبدیلی گوارہ نہیں کرتے ،ہمیں بھی اس کو نہیں بدلنا چاہیے، صرف میوزیم میں مختلف ادوار کے کنکر پتھر جمع کرنا اور موتی مسجد اور لال قلعہ کے دربار خاص سے قیمتی پتھروں کو نکالنے پر نگاہ نہ رکھنا شعور کی علامت نہیں ہے، اس لیے حکومت کو اپنا نظریہ بدلنا چاہیے اور آثار قدیمہ کی حفاظت کے لیے رقم بھی فراہم کرانی چاہیے، اوراس نفسیات سے نکلنا چاہیے کہ سب کچھ ہم بدل کر رکھ دیں گے۔ اس طرح تو ہندوستان بازیچۂ اطفال ہوجائے گا۔

مردم شماری میں تاخیر

حکومت بہار نے ذات پر مبنی مردم شماری کا کام شروع کر رکھا ہے، پہلے دور میں خانہ شماری کے بعد اپریل سے مردم شماری کا عمل ذات کی بنیاد پر شروع کیا جائے گا، حکومت بہار کو بڑی راحت سپریم کورٹ کے ذریعہ اس عمل کے خلاف عرضی خارج کرنے سے ملی ہے، اگر مدعی سپریم کورٹ کی ہدایت کے مطابق ہائی کورٹ کا رخ نہیں کرتا تو پھر طویل عرصہ کے بعد ذات کی بنا پر مردم شماری کا کام بہار میں مکمل کیا جا سکے گا، حکومت بہار کی اس دلیل میں دم ہے کہ ہم مردم شماری نہیں ذات شماری کروا رہے ہیں؛ تاکہ پس ماندہ برادریوں کے منصوبے اور رزرویشن کا کام حقیقی اعداد وشمار کو سامنے رکھ کر کیا جا سکے۔

مردم شماری کا کام حکومت ہند کو بھی کرنا ہے، ملکی پیمانے پر یہ کام ہر دس سال پر پابندی سے ہوتا آرہا تھا، یہ پہلا موقع ہے کہ اس کام میں تاخیر ہورہی ہے، اس کام کو 2020 میں شروع ہونا تھا، لیکن کرونا اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہوسکا، 2021 کے بعد زندگی معمول پر آگئی تھی اوراس کام کو شروع ہوجانا چاہیے تھا، لیکن اب تک یہ کام مؤخر ہوتا جارہا ہے، 2024 میں پارلیامنٹ کے انتخاب کا مرحلہ ہوگا، اور سارا عملہ اس کام میں ابھی سے لگ رہا ہے، ایسے میں یہ معاملہ مزید ٹل جائے گا، کیوں کہ مردم شماری کرنے والوں کی دوسری مشغولیت ہوگی، اوران کے لیے مردم شماری کے کام کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہوگا۔

ہمارے یہاں روایت پنج سالہ منصوبوں کی رہی ہے، مردم شماری سے ملک کی آبادی اوران کی معاشی، سماجی اور تعلیمی حالات کا حکومت کو علم ہوتا ہے اوراسی بنیاد پر فلاحی اسکیمیں بنائی جاتی ہیں اور منصوبے طے کیے جاتے ہیں، 2024 تک اس کام کے مؤخر کرنے کا مطلب ہوگا کہ اس دہائی کا پہلا پنج سالہ منصوبہ حقیقی بنیادوں پر بن ہی نہیں سکے گا، اور ملک کی آبادی، مسائل، ضروریات وغیرہ سے ہم پورے پانچ سال غافل رہیں گے اور پہلے سے چلی آرہی معلومات کی بنیاد پر ہی فیصلہ لینے کی پوزیشن میں ہوں گے، ظاہر ہے یہ ملک کے لیے نقصان دہ ہوگا، اس لیے حکومت کو چاہیے کہ فوری طور پر اس کام کو شروع کرائے، تاکہ صحیح اور حقیقی بنیادوں پر منصوبہ بندی کے کام کو آگے بڑھایا جا سکے۔

عبرت ناک اور حیرت انگیز

اڈانی کی کمپنیوں کے حصص کی قیمتیں اس قدر تیزی سے گری ہیں کہ وہ دنیا کے تیسرے نمبر سے مالداری میں ساتویں نمبر پر اور ہندوستان میں پندرہویں نمبر پر آگیا ہے، نیٹ انڈرسن جو ایک امریکی گاڑی ڈرائیور کا بیٹا ہے کی ہنڈن برگ ریسرچ کمپنی نے اڈانی کی تجارتی کمپنیوں کا ایسا کچا چٹھا لوگوں کے سامنے رکھ دیا کہ حصص کی قیمتیں دھڑام سے زمین پر آرہیں، اوراڈانی گروپ کو صرف دو دن میں چار لاکھ کروڑ روپے کا گھاٹا لگ گیا اور کروڑوں روپے عوام کے ڈوب گیے، سب سے زیادہ چونا لائف انشورنش کارپوریشن کو لگا، عوامی زمرے کے اس ادارہ کے تئیس (23) ہزار کروڑ پانی میں گیے، پہلے اڈانی گروپ میں کارپوریشن کی سرمایہ کاری سات ہزار کروڑ روپے کی تھی، لیکن مرکزی حکومت کی کرم فرمائیوں کے طفیل 2023ء میں سرمایہ کاری دس گنا زیادہ بڑھادی گئی اوراس کی سرمایہ کاری اکاسی (81) ہزار کروڑ تک جاپہونچی، اسٹیٹ بینک آف انڈیا نے اس کمپنی کو جو قرض دیا تھا اس کا تناسب چالیس (40) فی صد کا ہے، جب کہ اڈانی کی پانچ (5) بڑی کمپنیوں پر بیس (20) کھرب روپے کا قرض ہے، کمپنی کے یہ روپے چاہے بینک کے ہوں، لائف انسورنس کے ہوں یا بلا واسطہ عوام کے، سب میں عوام ہی قربان ہوتے ہیں اور ساہوکار سونے کی چمک اترنے کے باوجود چاندی کرنے میں مشغول ہوتے ہیں۔

ہنڈن برگ ریسرچ کمپنی اگر ہندوستان کی ہوتی اور ہندوستان میں ہوتی تو حکومت کی ایجنسیاں انفورسمنٹ ڈائرکٹوریٹ، انکم ٹیکس، سی بی آئی، ریاستی پولیس اور آئی بی، اس کی ایسی خبر لیتے کہ نیٹ ایڈرسن اب تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوتا اور الکٹرونک میڈیا اس کو دیش کا غدار اور غیر ملکی ایجنٹ قرار دے کر اس کی کردار کشی میں ایک دوسرے سے آگے نکل جاتا اور حکومت ٹیکسوں میں کمی، اس کی مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ، ان کے ہاتھ قومی اثاثوں کی فروخت اور مزید ٹھیکے دے کر اڈانی کو آسمان کی بلندیوں تک پہونچانے کا کام کرتی، لیکن دقت یہ ہے کہ ریسرچ کمپنی اوراس کا مالک دونوں امریکی ہے، اور حکومت ہند اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، کمپنی کی دیدہ دلیری کا یہ عالم ہے کہ وہ سینہ ٹھوک کر اڈانی سے اٹھاسی (88) سوالات کے جواب مانگتی ہے، اڈانی کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے، رہ گئی ریسرچ کمپنی پر مقدمہ کی دھمکی تو وہ اس کے لیے ہر وقت تیار ہے۔

عوام کو دھوکہ میں رکھنا اور دھوکہ دینا دونوں ناپسندیدہ عمل ہے، بعض صورتوں میں یہ قابل مواخذہ اور لائق سزا جرم ہے، لیکن ہمیں خوب معلوم ہے کہ اڈانی سے نہ تو کوئی مؤاخذہ ہوگا اور نہ ہی اسے سزا دی جائے گی، بلکہ بہت ممکن ہے کہ اس معاملہ سے نجات دلانے کے لیے اسے مزید قرض مل جائے، یا وہ خود کو دیوالیہ قرار دے کر ساری جمع پونجی لے کر دوسرے ملک چلا جائے، اوراطمینان سے زندگی بسر کرے۔ آخر حکومت نے ہرشد مہتہ، تیلگی اور رام دیو انٹرنیشنل کا کیا بگاڑ لیا۔

پاکستان میں معاشی بحران

پاکستان کے حالات ناگفتہ بہ ہیں، سیاسی بحران تو وہاں کی روایت رہی ہے، جمہوریت کا گلا گھونٹ کر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مارشل لا کا نفاذ وہاں کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے، لیکن اس بار پاکستان میں جو معاشی بحران آیا ہے، اس کی ماضی میں کوئی نظیر نہیں ملتی، غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دبے پاکستان کو روزمرہ کے اخراجات کے لیے رقومات کی کمی کا سامنا ہے، زرمبادلہ کے لیے صرف تین چار روز کے خرچ کے بقدر ڈالر موجود ہے، اس کے بعد سناٹا ہی سناٹا دکھ رہا ہے، سیاسی بازیگری کے نتیجے میں شہباز شریف وہاں کے وزیر اعظم ضرور بن گیے، لیکن ملکی معیشت کو سنبھالنے کے لیے ان کے پاس کوئی ٹھوس اور مضبوط لائحہ عمل نہیں ہے، انہوں نے مختلف ملکوں سے قرض کی عرضی گذاری ہے، لیکن ان کے شرائط اس قدر سخت ہیں کہ پاکستان کے لیے اس پر عمل ممکن نہیں ہے، مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے، پاکستانی کرنسی کمزور ہوگئی ہے، ایک ڈالر کی قیمت دو سو ساٹھ روپے پاکستانی ہوگئی ہے، پیاز دو سو ساٹھ روپے کلو بک رہا ہے، آٹا بازار سے غائب ہے۔ بجلی کی فراہمی پورے ملک میں نہیں ہو پارہی ہے، ایک دن تو بارہ گھنٹے سے زیادہ دارالحکومت اسلام آباد میں بجلی نہیں رہی، ان حالات میں حکومت کے خلاف عوامی احتجاج اور مظاہرہ کا سلسلہ مختلف علاقوں میں شروع ہوگیا ہے، اگر حالات سازگار نہیں ہوئے تو اسے سری لنکا جیسے حالات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے، ہندوستان سے پاکستان کی دیرینہ مخاصمت رہی ہے اور دونوں کے مابین کئی جنگیں ہوچکی ہیں، اس لیے ہندوستان پڑوسی ملک میں راحت رسانی کے لیے یقینی طور پر سامنے نہیں آئے گا، شہباز شریف کی حکومت ان حالات کا ذمہ دار عمران خان کی سابق حکومت کو قرار دیتی ہے، اگر ایسا ہے تو عمران خان کی حکومت کو گرانے کے جو اسباب بیان کیے جاتے تھے، ان میں ایک مہنگائی بھی تھی، یہ حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ ایسے معاشی اصلاحات کرے کہ ملک اس صورت حال سے نکل سکے، بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوسکا، عالمی کساد بازاری کے دور میں قدرے حالات ہندوستان کے بھی بگڑے تھے، لیکن ملک کے پاس من موہن سنگھ جیسا ماہر معاشیات تھا، جس نے ہندوستان کو اپنی حکمت عملی سے بچالیا تھا، پاکستان کی بدقسمتی یہ ہے کہ اس کے پاس من موہن جیسا کوئی آدمی نہیں جو ملک کو اس بھنور سے نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہو، پاکستان کے وزیر مالیات اسحاق ڈار کے بیان کو جس میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ یہ ملک کلمہ کے نام پر بنا ہے، اللہ اسے معاشی دلدل سے نکالیں گے، اسی پس منظر میں لوگ دیکھ رہے ہیں، بات سچی اور پکی ہے، لیکن دنیا دارالاسباب ہے، اس کے مسائل سبب اختیار کرنے سے ہی حل ہوا کرتے ہیں۔

یادوں کے چراغ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا شفیق عالم قاسمیؒ

امارت شرعیہ بہاراڈیشہ وجھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ کے سابق رکن، کانگریس اقلیتی سیل ضلع بیگوسرائے، غیر منقسم مونگیر جمعیت علماء کے سابق صدر، جامعہ رشیدیہ بیگوسرائے کے بانی، مدرسہ بدرالاسلام کے سابق استاذ حضرت مولانا شفیق عالم قاسمی براسی (82) سال کی عمر میں قلب کے آپریشن کے بعد اپنے مالک حقیقی سے جاملے، اطلاع کے مطابق دوروز قبل انہیں دل کا دورہ پڑا تھا، میڈی ورسل ہوسپٹل میں ڈاکٹرنلنی رنجن کی نگرانی میں علاج شروع ہوا، پیس میکرلگانے کی تجویز آئی، چنانچہ فوری کارروائی شروع ہوئی اورآپریشن ہوگیا، پیس میکرلگادیا گیا، لیکن بے ہوشی دورنہیں ہوئی 23 جنوری 2023 مطابق یکم رجب 1444ھ بوقت سات بجے شام حادثہ پیش آگیا، اہلیہ پہلے ہی انتقال کرگئی تھیں، پس ماندگان میں تین بیٹے، محمدافروز، ڈاکٹرمعراج الحق، محمد اعزاز اور پانچ لڑکیوں کو چھوڑا، ان میں سے ایک نامور عالم دین، بڑے محقق، مفسراور لجنۃ اتحاد علماءالمسلمین قطر کے مفتی مولانا خالد حسین نیموی کے نکاح میں ہیں، مولانا خالد حسین نیموی امارت شرعیہ کے دارالعلوم الاسلامیہ کے سابق اور مدرسہ بدرالاسلام بیگوسرائے کے موجودہ استاذ ہیں۔

چوکہ ان کی رہائش ہرّک بیگوسرائے میں تھی، اس لیے دوسرے دن ڈھائی بجے جنازہ کی نماز ہرک میں ادا کی گئی اور ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں ہرّک قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، جنازہ کی امامت ان کے داماد مولانا مفتی خالد حسین نیموی نے فرمائی، امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کے حکم سے مفتی سعیدالرحمٰن صاحب مفتی امارت شرعیہ کی قیادت میں امارت شرعیہ کے ایک مؤقر وفد نے تدفین میں شرکت کی اور حضرت امیر شریعت کا پیغام سوگوار خاندان تک پہونچایا۔ یکم فروری 2023 کو منعقد بیگوسرائے کی ایک تعزیتی مجلس میں احقر محمد ثناءالہدیٰ قاسمی کی بھی شرکت ہوئی اور بجھے ہوئے دل سے کچھ تعزیتی کلمات کہے گیے۔

مولانا شفیق عالم قاسمی بن مقصود عالم کی جائے پیدائش نیما چاند پورہ ضلع بیگو سرائے ہے۔ 1940 میں اسی گاؤں میں آپ نے آنکھیں کھولیں، ناظرہ دینیات اورابتدائی فارسی کی تعلیم مدرسہ بشارت العلوم نیما میں حافظ وقاری محمد صدیقؒ صاحب سے حاصل کرنے کے بعد ڈھاکہ (موجودہ ضلع بنگلہ دیش) میں حضرت مولانا محمداللہ صاحب عرف حافظ جی حضور خلیفہ حضرت تھانویؒ کے سامنے حفظ قرآن کے لیے زانوے تلمذ تہہ کیا اور چودہ پارے ان سے حفظ کیے، وہاں سے پھر مولانا محمد ادریس نیمویؒ کی تحریک پر پہلے مدرسہ تجوید القرآن مونگیر میں مولانا سعداللہ بخاری صاحب کی زیر سرپرستی تعلیم حاصل کی اور پھر جامعہ رحمانی مونگیر میں داخلہ لیا، ایک سال وہاں قیام کے بعد پھر جامعہ عربیہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ (موجودہ بنگلہ دیش) چلے گیے اور حافظ جی حضور کی زیر سرپرستی قاری مفیض الرحمٰن نواکھالی اور حافظ نورالہدیٰ سے حفظ قرآن کی تکمیل اور دور کے مراحل طے کیے، اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی، علامہ ظفراحمد تھانوی اور مولانا احتشام الحق تھانوی کے دست مبارک سے آپ کے سرپر دستار باندھی گئی۔

عربی کی تعلیم کا آغاز مدرسہ بدرالاسلام بیگوسرائے سے ہوا، یہاں آپ نے 60-1956 کے دوران عربی اول سے عربی پنجم تک کی تعلیم پائی، 1961 میں آپ دارالعلوم دیو بند تشریف لے گیے، 1964 تک آپ کا وہاں قیام رہا، انہوں نے بخاری شریف فخر المحد ثین حضرت مولانا فخرالحسنؒ سے پڑھی، آپ کواس وقت کے بڑے علماء ومشائخ کی خدمت کا موقع ملا اور آپ نے سب سے کسب فیض کیا، مسلسلات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور حجۃ اللہ البالغہ کا درس قاری محمد طیب صاحب رحمہما اللہ سے لیا، دوران طالب علمی بلکہ دارالعلوم دیو بند جانے سے قبل ہی آپ کا نکاح مشہور حکیم اور معالج حکیم یٰسین صاحب کی اکلوتی صاحب زادی صفورہ خاتون سے ہوگیا تھا۔

دیو بند سے واپسی کے بعد آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز اپنی مادر علمی مدرسہ بدرالاسلام بیگوسرائے سے کیا، ملی، سماجی اور سیاسی سرگرمیوں میں مشغولیت کی وجہ سے بعد میں بدرالاسلام کی تدریسی زندگی کوآپ نے خیر باد کہہ دیا، لیکن کم وبیش بیس سالوں تک مدرسہ کی خدمت صدر کی حیثیت سے کرتے رہے۔

جمعیت علماء کے پلیٹ فارم سے بحیثیت صدر وسکریٹری مولانا کی خدمات انتہائی وقیع ہیں، سیاست کی بات کریں تو کانگریس اقلیتی سیل کے صدر کی حیثیت سے مدتوں خدمات انجام دیں، تدریسی زندگی کو خیر باد کہنے کے بعد ذریعہ معاش تجارت کو بنایا اوراس میں اس قدر نام کمایا اورشہرت حاصل کی کہ بیگوسرائے چیمبرآف کامرس کے صدر منتخب ہوئے۔ امارت شرعیہ کی شوری کے ممبر رہے اور وفود کے دوروں کے موقع سے ان کا خصوصی تعاون ہمیشہ امارت شرعیہ کوملتا رہا، پوری زندگی، توانائی اورانرجی ملت کے لیے وقف کردیا، جامعہ رشیدیہ بیگوسرائے قائم کرکے دینی تعلیم کی ترویج واشاعت کا انتظام کیا، بہت سارے مکاتب ومدارس کے سرپرست ونگراں رہے، اللہ نے خوب کام لیا، عزت بھی دی اورشہرت بھی دی، جہاں رہے نیک نام رہے، اورآخری حدتک اپنی صلاحیت کوصالحیت کے ساتھ دینی خدمات کے لیے وقف رکھا۔

مولانا سے میری ملاقات پرانی تھی، بیگوسرائے میں مولانا کا قائم کردہ جامعہ رشیدیہ وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ سے منسلک ہے، کبھی جائزہ یا کسی اور پروگرام میں جانا ہوتا تو مولانا سے ملاقات ضرور کرتا، مولانا اسم بامسمی تھے، شفیق نام تھا اور چھوٹوں پر شفقت بہت کیا کرتے تھے، میری آخری ملاقات گذشتہ ماہ ہی دہلی میں ہوئی تھی، موقع مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن اور فخر المحد ثین مولانا سید فخرالحسن رحمہما اللہ پر سمینار کا تھا، جوصد سالہ تقریب کے عنوان سے جمعیت علماء (مولانا محمود مدنی گروپ) نے کروایا تھا، مولانا نے اس سمینار میں انتہائی جذباتی انداز میں مولانا فخرالحسن صاحب پراپنا مقالہ سنایا تھا، ان کے ساتھ مولانا خالد نیموی بھی تھے، دسترخوان پر ہم لوگ الگ سے ان کی باتوں سے مستفیض ہوتے رہے، ان کے اندر بزرگانہ خشکی نہیں تھی، اورنہ ہی بزرگی کا رعب تھا، اس لیے ہم لوگ کھل کر باتیں کرتے رہے، مولانا خالد حسین نیموی سے میں نے اسی مجلس میں یہ درخواست بھی کی تھی کہ ان کی سوانح جوآپ نے مرتب کرنا شروع کیا تھا اور جس کی کئی قسطیں سوشل میڈیا پرآئی بھی تھیں کومکمل کر دیں، تاکہ مولانا کی زندگی میں ہی یہ کام مکمل ہوجائے، مفتی خالد حسین صاحب نے وعدہ بھی کیا تھا کہ دہلی سے جاکرلگوں گا، لیکن کیا معلوم تھا کہ اس کتاب کی تکمیل کے قبل ہی ان کی حیات کا آخری ورق الٹ جائے گا اورہم سب ان کے فیوض وبرکات سے محروم ہوجائیں گے۔ گذشتہ دنوں تعزیتی جلسہ میں جانا ہوا تو کئی مقررین نے اپنی تقریر میں اس بات کا ذکر کیا کہ وہ میری تحریروں کے بڑے مداح تھے اوراپنے عزیز ورفقاء کواسے پڑھنے کی تلقین کیا کرتے، بعضوں کو وھاٹسپ کے ذریعہ خود منتقل کرتے۔ میں یادوں کے چراغ ضرور جلاتا ہوں، لیکن مولانا طلحہ نعمت ندوی کی رائے ہے کہ میں اسے مرثیہ بنانے سے گریز کرتا ہوں اورکسی کی جدائی پر ماتم کا میرا مزاج نہیں ہے، لیکن کیا کروں مولانا کی جدائی پر کلیجہ منہ کوآتا ہے اور جب ہم دوروالوں کا یہ حال ہے تو ان کے بچوں پر کیا گذر رہی ہوگی، مولانا خالد حسین نیموی پر کیا گذر رہی ہوگی، جن کے کم سنی میں والد کے گذرجانے کے بعد سارا کچھ ایک والد کی طرح انہوں نے کیا تھا، اورمفتی صاحب سے کی زندگی پرسکون رہے اس کے لیے اپنی تربیت یافتہ لخت جگران کے نکاح میں دیا۔ اب مفتی صاحب زیادہ کون اس بات کوجانے گا کہ صبر آتے آتے آتا ہے، لیکن صبر صدمہ اولیٰ کے وقت کا ہی معتبر ہے، روپیٹ کرتو سب کوصبرآجاتا ہے۔

اللہ پورے خاندان اورمفتی خالد صاحب ان کی اہلیہ، مولانا کے تلامذہ، رفقاء اورمعتقدین کوصبر وثبات کی توفیق بخشے، مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

کتابوں کی دنیا

: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

یہ کائنات

مولانا انصاراحمد معروفی (ولادت 5 مئی 1971ء) نے مدرسہ تعلیمی بورڈ لکھنؤ سے عالم فاضل، کامل اوردارالعلوم دیو بند سے فضیلت اورتکمیل ادب کی سند حاصل کی ہے، خوش نویسی کا فن دہلی اور دیو بند سے حاصل کیا، تدریسی وابستگی مدرسہ چشمۂ فیض ادری، ضلع مئو سے ہے، سکونت بھی اسی ضلع کے پلوہ پور، کرتھی، جعفر پور ضلع مئو ہے، نقوش عثمان، حیات مولانا زین العابدین اعظمی، اے میری امی، باغ کی بہاریں اور بچوں کے لیے سائنسی کہانیاں انہوں نے لکھی ہیں جومعروف ومقبول ہیں، ان کے علاوہ مولانا نے سائنسی موضوعات پر مضبوط شاعری کی ہے، اس سلسلہ کی سات کتابیں یہ کائنات، یہ زمین، یہ پیڑ پودے، یہ بدن، یہ جسم وجان، یہ آب وہوا، یہ مہینے اورموسم ہیں، جن کی طباعت قومی کونسل برائے فروغ اردوزبان نئی دہلی کے ذریعہ ہوئی ہے، چونکہ زمین، پیڑ پودے بدن، جسم، آب وہوا، مہینہ اورموسم، کائنات کی شاخ درشاخ چیزیں ہیں، اس لیے اس تبصرہ کا مرکزی عنوان ''یہ کائنات'' کو بنایا گیا ہے، حالاں کہ یہ ان کی تمام کتابوں پرایک اجمالی تبصرہ ہے۔

علماء کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ ان کی دلچسپی سائنسی موضوعات سے نہیں ہوتی وہ علوم دینیہ شرعیہ کے دائرے سے باہر نہیں نکلتے، اس کلیہ کو مولانا انصاراحمد معروفی نے غلط کردکھایا ہے، ان کی تعلیم مدرسہ ہی سے ہے، پڑھاتے مدرسہ میں ہی ہیں، لیکن شاعری سائنسی موضوعات پر کرتے ہیں، شاعری خود ایک فن ہے، جس کے ہرقدم پر قافیہ، ردیف کی پابندی پل صراط پر چلنے جیسا ہوتا ہے، اب اگر یہ شاعری موضوعاتی ہوتو دشواریاں مزید بڑھ جاتی ہیں، اس لیے ہمارے یہاں غزل، نظم، قطعہ، رباعی، قصیدہ وغیرہ کی شاعری تو بہت ہوتی ہے، لیکن موضوعاتی شاعری کا ذخیرہ اردو ادب میں کم ہے، ہمارے دور میں جناب پروفیسر عبدالمنان طرزی، نقش بند قمر نقوی مرحوم امریکہ، متین اچھل پوری مہاراشٹر اور احمد علی برقی مرحوم کا نام اس اعتبار سے بہت نمایاں رہا ہے، اب جب سائنسی موضوعات پر مولانا انصار معروفی کی یہ کتابیں میرے سامنے آئیں تو میں حیرت زدہ رہ گیا اور مولانا کے ذوق سخن اور قادرالکلامی کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکا۔

مولانا نے ان موضوعات پر کتابیں تیار کرنے کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ ''میں نے اپنی نظموں کے لیے سائنسی علوم کواس لیے ترجیح دیا ہے تاکہ ان علوم سے بچوں کوایک خاص مناسبت پیدا ہوجائے اور اردو کا دامن بھی اس حوالے سے وسیع ہوجائے۔ (یہ کائنات صفحہ 8)

اس بات کوآگے بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں ''بچوں کے دل ودماغ میں شروع سے ہی سائنسی معلومات کونظم میں پیش کرکے ان کوسائنس کے قریب لایا جائے تاکہ ان کے اندر تحقیق، فکروجستجو، بحث ونظراور کھوج کا جذبہ پیدا ہوجائے اور وہ بڑے ہوکر اس میدان میں کچھ کردکھانے کا حوصلہ اپنے اندر پاسکیں۔ (یہ زمین، صفحہ 7)

انصاراحمد معروفی نے ان تمام کتابوں کا آغاز اللہ کی حمدوثنا اورنعت پاک سے کیا ہے، بعض کتابوں کے شروع میں صرف حمد اور بعض میں صرف نعت کوشامل کیا ہے، جس کا مقصد اپنے کام کونقص سے محفوظ رکھنا ہے، اللہ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اوران کے مطابق مثالی زندگی خلاصۂ کائنات ہے، اور اللہ ورسول سزاوار حمد وستائش ہیں۔ سائنسی موضوعات پرلکھی گئی ان نظموں کے مجموعوں کو حمد ونعت سے مزین کرنا قابل ستائش بھی ہے اورلائق تقلید بھی۔ مولانا نے حمد ونعت کے بعد جن موضوعات کوشعری قالب عطا کیا ہے، اس میں سورج اورگرمی، نظام شمسی، پہاڑ کی چوٹیاں ٹھنڈی کیوں، زمین کی کشش ثقل، سورج، چاند گرہن ماحولیات کا تحفظ کہکشاں اوس، کہرہ، برف، عمل تبخیر، ہوا کا دباؤ وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں، یہاں صرف ''یہ کائنات'' کے بعض عنوانات کوقلم بند کیا گیا ہے، تمام کتابوں کے موضوعات اوران کے ذیلی عناوین کے ذکر کی نہ یہاں ضرورت ہے اور نہ موقع۔

چوں کہ یہ کتابیں نظم میں ہیں، اس لیے کچھ مثالوں سے مولانا کی قادر الکلامی اورفنی گرفت کوبھی جان لینا ضروری ہے، یہ بدن کے حصے کے چند اشعار دیکھئے:

نظر یہ بد بھی ہوتی ہے، نظر اچھی بھی ہوتی ہے
اگر لگ جائے نظرِ بد پریشانی بھی ہوتی ہے
حیا آنکھوں میں نہ ہوتو وہ آنکھیں بند ہی اچھی
اسے سجھاؤ تو لگتی نہیں ہے پند ہی اچھی

ناک کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیسا لگتا ناک چہرے پر نہیں ہوتی اگر
پھر یہ پورا چہرہ اک میدان سا آتا نظر
گندی چیز انسان کھا جاتا بلا خوف وخطر
سونگھ پاتے خوشبو یا بدبو کو کیسے بے خبر

آتش فشاں پہاڑ کی قسمیں بھی انصاراحمد معروفی سے سن لیجئے:

آگ اگلتی ان پہاڑوں کی قسمیں تیں ہیں
نام اور اوصاف ہم بتاتے ہیں تمہیں
اک ''رواں'' ہے دوسرے کا نام ''پوشیدہ'' جناب

بقیہ ص:۱۳ پر

حکایات اہل دل

تعلقات نبھانا ایمان کا حصہ ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عمر رسیدہ خاتون آئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بڑا اکرام کیا، ان کو عزت کے ساتھ بٹھایا، ان کی بڑی خاطر تواضع کی اور ان کی خیریت دریافت کی، جب وہ خاتون چلی گئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ان خاتون کے لئے بہت اکرام اور اہتمام فرمایا، یہ کون خاتون تھیں؟ جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انها كانت تاتينا زمان خديجة'' یہ خاتون اس وقت ہمارے گھر آیا کرتی تھیں جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیات سے تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ان کا تعلق تھا، گویا کہ ان کی سہیلی تھیں، اس لئے میں نے ان کا اکرام کیا، پھر فرمایا: ''احسن العهد من الايمان'' یعنی کسی کے ساتھ اچھی طرح نباہ کرنا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

بیوی ہے تو ان کے اہل تعلق سے بھی نباہ کرنا چاہئے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا کہ حضور! میرے والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اور میری طبیعت پر اس کا اثر ہے کہ میں زندگی میں ان کی خدمت نہیں کر سکا اور ان کی قدر نہ کر سکا اور جیسے حقوق ادا کرنے چاہئے تھے اس طرح حقوق ادا نہ کر سکا (جو لوگ زندگی میں والدین کی خدمت نہیں کرتے، اکثر ان کے دلوں میں اس قسم کی حسرت پیدا ہوتی ہے، اسی طرح ان صاحب کے دل میں بھی اس کی حسرت تھی، اس لئے عرض کیا کہ میرے دل میں اس کی شدید حسرت ہے اور اثر ہے) اب میں کیا کروں؟

جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تم یہ کرو کہ تمہارے والد کے جو دوست احباب ہیں اور جو ان کے تعلق والے اور ان کے قرابت دار ہیں، تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، اس کے نتیجے میں تمہارے والد کی روح خوش ہوگی اور تم نے اپنے والد کے اکرام و حسن سلوک میں جو کوتاہی کی ہے، ان شاءاللہ، اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی درجے میں اس کی تلافی فرما دیں گے، لہذا والدین اور اہل تعلقات کے انتقال کے بعد ان کے اہل تعلقات سے نباہ کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان سے ملتے جلتے رہنا یہ بھی ایمان کا ایک حصہ ہے، یہ نہیں کہ جو آدمی مر گیا تو وہ اپنے اہل تعلقات کو بھی ساتھ لے گیا، بلکہ اس کے اہل تعلقات تو دنیا میں موجود ہیں، تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، دیکھئے! حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو انتقال ہوئے بہت عرصہ گزر چکا تھا لیکن اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خاتون کا اکرام فرمایا، اس کے علاوہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے پاس ہدیے، تحفے بھیجا کرتے تھے، صرف اس وجہ سے کہ ان کا تعلق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھا اور یہ ان کی سہیلیاں تھیں۔

خلیفۂ ثانی اور تواضع

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے، اس وقت بارش ہو رہی تھی، آپ نے دیکھا کہ کسی شخص کے گھر کے پرنالے سے مسجد نبوی کے صحن میں پانی گر رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ گھر کے پرنالے سے مسجد کے اندر پانی نہیں گرنا چاہئے، اس لئے کہ مسجد اس کام کے لئے نہیں ہے کہ لوگ اس کے اندر اپنے گھر کے پرنالے گرایا کریں، آپ نے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر ہے، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ غلط بات ہے، مسجد کسی کی جاگیر نہیں ہوتی اور اس کے اندر گھر کا پرنالہ گرنا ٹھیک نہیں ہے، یہ کہہ کر آپ نے وہ پرنالہ توڑ دیا۔

اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور پوچھا کہ امیر المومنین آپ نے یہ پرنالہ کیوں توڑا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مسجد نبوی وقف ہے اور اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور یہ پرنالہ تمہارے ذاتی گھر کا ہے، اس کا مسجد میں گرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟ یہ پرنالہ لگانا جائز نہیں تھا، اس لئے میں نے توڑ دیا، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امیر المومنین! آپ کو معلوم نہیں ہے کہ یہ پرنالہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی اجازت سے لگایا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے لگائے ہوئے پرنالے کو آپ نے توڑ دیا؟ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سناٹے میں آگئے اور پوچھا اے عباس! کیا واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں کہ خدا کے لئے یہ کرو کہ میں ابھی یہاں جھک کر کھڑا ہوتا ہوں اور تم میری پیٹھ پر کھڑے ہو کر ابھی اس پرنالے کو درست کرو، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ رہنے دیں، آپ نے اجازت دیدی، بات ختم ہوگئی، میں پرنالے کو لگوا لوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تک چین نہیں آئے گا، جب تک کہ کوئی شخص میری کمر پر کھڑے ہو کر اس پرنالے کو نہ لگا دے، اس لئے کہ ابن خطاب کی یہ مجال کیسے ہوئی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجازت دئے ہوئے پرنالے میں تصرف کیا، اس کو توڑ دیا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کمر پر سوار کر کے اس کو درست کرایا۔

قوت حافظہ کا کمال

جب بہاولپور میں ختم نبوت کے سلسلے میں مقدمہ ہوا تو علامہ انور شاہ کشمیریؒ شریف لے گئے، مخالفین نے وہاں ایک کتاب پیش کی، اس کتاب کا ترجمہ مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف بنتا تھا، وہ کتاب بھی مسلمانوں کے اکابر کی تھی، جج بڑا حیران ہوا اس نے کہا کہ دیکھو یہ تو تمہاری اپنی کتاب پیش کر رہے ہیں، جو تمہاری ہی جڑیں کاٹ رہی ہیں، علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ ذرا وہ کتاب مجھے دکھائی جائے، جج نے کتاب دکھائی، حضرتؒ نے کتاب کے صفحے کا مطالعہ کیا اور فرمانے لگے کہ جس کاتب نے یہ کتاب لکھی، اس سے اصل کتاب سے لکھتے ہوئے درمیان مین سے ایک سطر چھوٹ گئی ہے، اس وقت تو مطبوعہ کتابیں نہیں ہوتی تھیں، بلکہ محفوظہ کتابیں ہوتی تھیں، اس سطر کے چھوٹ جانے کی وجہ سے جب پچھلی عبارت کو اگلی عبارت سے ملا کر پڑھتے تو معانی مخالف بن جاتے، لہذا حضرت نے فرمایا کہ اسی کتاب کا ایک نسخہ اور منگوایا جائے، چنانچہ ایک اور نسخہ منگوایا گیا، جب دونوں نسخوں کو ملایا تو علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی بات بالکل ٹھیک نکلی، چنانچہ اس طرح مخالفین کے جھوٹ کا پول کھل گیا، لیکن بعد میں علماء نے کہا حضرت! آپ کو تو توقع ہی نہیں تھی کہ وہ اس کتاب کا حوالہ پیش کریں گے، آپ کو کیسے یاد رہا کہ درمیان سے ایک سطر چھوٹی ہوئی ہے؟ فرمایا: ہاں! میں نے ستائیس سال پہلے یہ کتاب دیکھی تھی، الحمدللہ کہ مجھے اس وقت سے یہ بات یاد ہے، سبحان اللہ!

قاضی عیاض کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی عیاضؒ نے کہا ہے کہ: ''ان مقامات متبرکہ کے لئے جو کہ وحی اور نزول قرآن مجید اور فرقان حمید سے آباد رہے ہیں اور جن میں کہ جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام نے آمد و رفت رکھی ہے اور جن سے فرشتہ اور ارواح طیبہ آسمان کو چڑھے ہیں اور جن کے میدان تسبیح اور تقدیس رب جلیل سے گونجے ہیں اور جس سرزمین کی خاک پاک جسد مبارک سید البشر کو مشتمل ہے اور جس سے چار دانگ عالم میں دین الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم منتشر ہوئی ہیں اور عبادت اور صلوۃ کی درسگاہ بنی ہے اور فضائل اور حسنات کے مشہد اور براہین اور معجزات نبوت کے مستقر اور مسلمانوں کے مناسک اور مشاعر اور سید المرسلین اور شفیع المذنبین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی منبت اور مسکن رہے ہیں اور جس سے چشمہ جاری اور اس کا دریا موجزن ہوا ہے اور جہاں کہ رسالت نازل ہوئی ہے اور جس سرزمین کی مٹی کو سب سے پہلے سیدنا ونبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چھونے کا شرف حاصل ہوا ہے، یہی مناسب اور موزوں ہے کہ اس کے میدانوں کی تعظیم اور توقیر کی جائے اور اس مقام مقدس کی ہوائیں سونگھی جاویں اور اس کے در و دیوار کو بوسہ دیا جاوے۔ (کتاب الشفاء:۲/۴۹)

حضرت ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد بن قاسم معروف بہ ابن الانباری (م ۳۲۸ھ) دنیائے نحو و ادب کا مشہور نام ہے، عظیم الشان حافظہ پایا تھا، اندازہ فرمائیے کہ الفاظ قرآن کے استشہاد میں انہیں عرب کے تین لاکھ اشعار حفظ تھے اور اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے ایک سو بیس تفاسیر سندوں کے ساتھ یاد کی تھی۔

علم و مطالعہ کی یکسوئی میں کسی چیز کی دخل اندازی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی، بتایا جاتا ہے کہ ایک دن بازار میں راہ چلتی باندی پر ان کی نظر پڑی تو خلیفہ راضی ان کا بہت زیادہ خیال رکھتا تھا، جب اسے معلوم ہوا تو اس نے وہ باندی خرید کر ان کے حوالے کر دی۔

گھر لا کر خود مطالعے میں ابھی لگے ہی تھے کہ اپنے غلام سے کہا: اس باندی کو باہر نکال دو، غلام نے باندی کو رخصت کرنا چاہا تو وہ کہنے لگی: ذرا اٹھہرو میں ان سے ایک دو باتیں کرنا چاہتی ہوں، چنانچہ وہ آکر ابن الانباری سے پوچھنے لگی: آقا! آپ مجھے میرا قصور بتائے بغیر نکال رہے ہیں، ذرا سوچیں کہ لوگ کیا کہیں گے، آخر میری غلطی کیا ہے؟ کہنے لگے: تمہاری غلطی صرف اتنی ہے کہ تم نے علم کی طرف میرے دل کی توجہ میں خلل ڈال دیا ہے، خلیفہ راضی کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو بے ساختہ بول اٹھا، علم کی حلاوت اور تڑپ جتنی اس شخص کے اندر ہے شاید ہی کسی دل میں اتنی ہو۔ (وقت ہزار نعمت)

مولانا عبدالسلام نیازی کی بے نیازی

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سر اکبر حیدری نظام دکن میر عثمان علی خان کو کوئی پیغام لے کر جب مولوی عبدالسلام صاحب (دہلی) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ترکمان دروازے میں مولوی عبدالسلام صاحب کے کوٹھے کے نیچے پٹی پر تلے میں آگے پیچھے سر اکبر حیدری کے چوبدار وغیرہ دیکھ کر جو زرتار اور زرق برق وردیوں میں ملبوس تھے، ایک بھیڑ لگ گئی۔

جیسے ہی سر اکبر حیدری نے مولوی صاحب کے کوٹھے کی سیڑھیاں چڑھنی شروع کیں، کوٹھے پر سے مولوی صاحب کی پاٹ دار آواز آئی، کون ہے؟ اور اکبر حیدری نے جب اپنا نام اور مقام بتایا تو آواز آئی کہ بس آپ کی قسمت میں مولوی عبدالسلام کے کوٹھے کی یہ تین سیڑھیاں ہی لکھی تھیں، چوتھی سیڑھی پر قدم نہ رکھنا اور اپنے رئیس سے کہنا کہ اگر اس کی ساری دولت ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائے اور دوسرے پلڑے میں ہمارے جسم کے اسفل حصے کا کوئی رواں تو ترازو کا یہ پلڑا زمین پر ٹکا رہے گا اور پہلا پلڑا معلق رہے گا، خدا خوش رکھے۔

جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے علم و فضل کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے، حضرتؒ طالب علمی کے زمانے ہی سے اپنی قوت استعداد، ذہانت و فطانت اور علم و عمل میں مصروف تھے، لیکن جب آپ دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہوئے اور دستار بندی کے لئے دیوبند میں بہت بڑا اور شاندار جلسہ منعقد کرنے کی تجویز ہوئی تو حضرت تھانویؒ اپنے ہم سبقوں کو لے کر ''حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ ''حضرت! ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی اور سند فراغ دی جائے گی، حالاں کہ ہم اس قابل ہرگز نہیں، لہذا اس تجویز کو منسوخ فرما دیا جائے، ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی'' حضرت نانوتویؒ کو یہ سن کر جوش آگیا اور فرمایا کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے، یہاں چوں کہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں، اس لئے اس کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہئے، باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی، جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے۔ (اشرف السوانح:۱/۳۲، اکابر دیوبند کیا تھے، ص:۱۰۰)

سجدہ سے سر اٹھاؤں تو کیسے

حضرت مولانا محمود الحسن گنگوہیؒ نماز میں لمبا سجدہ کیا کرتے تھے، کسی نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ جب سجدہ کرتا ہوں تو دل یہ کہتا ہے کہ معلوم نہیں پھر یہ موقع ملے یا نہ ملے، اس لئے میرا سر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا، اسی طرح حضرت مولانا یحی صاحب لمبا سجدہ کرتے تھے، کسی نے کہا کہ حضرت! اتنا لمبا سجدہ کیوں فرماتے ہیں تو فرمانے لگے کہ روایت میں آیا کہ سجدہ کرنے والا اللہ کے قدموں پر سجدہ کر رہا ہوتا ہے تو جو سجدہ کرتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سر رکھ دیا، اس لئے سر اٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔ (تمنائے دل، ص:۱۲۲)

انسانی تاریخ کا سب سے لمبا سفر ــــ سفرِ معراج

مولانا نجیب الرحمٰن قاسمی

اسلامی سال کا ساتواں مہینہ رجب المرجب ہے۔ رجب اُن چار مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دیا ہے: اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہیں، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ ہیں جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے ہیں۔ (سورۃ التوبہ 36)

ان چار مہینوں کی تحدید قرآن کریم میں نہیں ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب۔ معلوم ہوا کہ حدیث نبوی کے بغیر قرآن کریم نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ ان چار مہینوں کو اشہر حرم کہا جاتا ہے۔ ان مہینوں کو حرمت والے مہینے اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایسے کام جو فتنہ وفساد، قتل وغارت گری اور امن وسکون کی خرابی کا باعث ہو سے منع فرمایا گیا ہے، اگرچہ لڑائی جھگڑا سال کے دیگر مہینوں میں بھی حرام ہے، مگر اِن چار مہینوں میں لڑائی جھگڑا کرنے سے خاص طور پر منع کیا گیا ہے۔ ان چار مہینوں کی حرمت وعظمت پہلی شریعتوں میں بھی مسلّم رہی ہے حتی کہ زمانہ جاہلیت میں بھی ان چار مہینوں کا احترام کیا جاتا تھا۔

رجب کا مہینہ شروع ہونے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ! رجب اور شعبان کے مہینوں میں ہمیں برکت عطا فرما اور ماہ رمضان تک ہمیں پہونچا۔ (مسند احمد، بزار، طبرانی، بیہقی) لہذا ماہِ رجب کے شروع ہونے پر ہم یہ دعا یا اس مفہوم پر مشتمل دعا مانگ سکتے ہیں۔ اس دعا سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رمضان کی کتنی اہمیت تھی کہ ماہِ رمضان کی عبادت کو حاصل کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان سے دو ماہ قبل دعاؤں کا سلسلہ شروع فرمادیتے تھے۔ ماہِ رجب کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے برکت حاصل ہوئی، جس سے ماہِ رجب کا کسی حدتک مبارک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ماہِ رجب میں کسی خاص نماز پڑھنے کا یا کسی معین دن کے روزے رکھنے کی خاص فضیلت کا کوئی ثبوت احادیث صحیحہ سے نہیں ملتا ہے۔ نماز وروزہ کے اعتبار سے یہ مہینہ دیگر مہینوں کی طرح ہی ہے۔ البتہ رمضان کے پورے ماہ کے روزے رکھنا ہر بالغ مسلمان مرد وعورت پر فرض ہیں اور ماہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔ ماہ رجب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ ادا کیا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء ومؤرخین کی رائے مختلف ہیں۔ البتہ دیگر مہینوں کی طرح ماہ رجب میں بھی عمرہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ اسلاف سے بھی اس ماہ میں عمرہ ادا کرنے کے ثبوت ملتے ہیں۔ البتہ رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں عمرہ ادا کرنے کی کوئی خاص فضیلت احادیث میں موجود نہیں ہے۔

واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اس واقعہ کی تاریخ اور سال کے متعلق مؤرخین اور اہل سیر کی رائے مختلف ہیں، ان میں سے ایک رائے یہ ہے کہ نبوت کے بارہویں سال 27 رجب کو 51 سال 5 مہینہ کی عمر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، جیسا کہ علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ’مہر نبوت‘ میں تحریر فرمایا ہے۔ اسراء کے معنی رات کو لے جانے کے ہیں۔ مسجد حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجد اقصیٰ کا سفر جس کا تذکرہ سورہ بنی اسرائیل میں کیا گیا ہے، اس کو اسراء کہتے ہیں۔ اور یہاں سے جو سفر آسمانوں کی طرف ہوا اس کا نام معراج ہے، معراج عروج سے نکلا ہے جس کے معنی چڑھنے کے ہیں۔ حدیث میں ’عرج بی‘ یعنی مجھ کو اوپر چڑھایا گیا کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس لئے اس سفر کا نام معراج ہوگیا۔ اس مقدس واقعہ کو اسراء اور معراج دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کا ذکر سورۂ نجم کی آیات میں بھی ہے: پھر وہ قریب آیا اور جھک پڑا، یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب آگیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک، اس طرح اللہ کو اپنے بندے پر جو وحی نازل فرمانی تھی، وہ نازل فرمائی۔ سورۃ النجم کی آیات 13-18 میں وضاحت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس موقع پر) بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں: اور حقیقت یہ ہے انہوں نے اس (فرشتے) کو ایک اور مرتبہ دیکھا ہے۔ اس بیر کے درخت کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتہی ہے، اسی کے پاس جنت الماْ وی ہے، اس وقت اس بیر کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اس پر چھائی ہوئی تھیں۔ (نبی کی) آنکھ نہ تو چکرائی اور نہ حد سے آگے بڑھی، سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا ہے۔ احادیث متواترہ سے ثابت ہے، یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی ایک بڑی تعداد سے معراج کے واقعہ سے متعلق احادیث مروی ہیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے لمبا سفر: قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ اسراء ومعراج کا تمام سفر صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی تھا، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفر کوئی خواب نہیں تھا بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا۔ یہ ایک معجزہ تھا کہ مختلف مراحل سے گزر کر اتنا بڑا سفر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے صرف رات کے ایک حصہ میں مکمل کردیا۔ اللہ تعالیٰ جو اس پوری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے لئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے، کیونکہ وہ تو قادر مطلق ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے تو ارادہ کرنے پر چیز کا وجود ہوجاتا ہے۔ معراج کا واقعہ پوری انسانی تاریخ کا ایک ایسا عظیم، مبارک اور بے نظیر معجزہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دے کر اپنا مہمان بنانے کا وہ شرف عظیم عطا فرمایا جو نہ کسی انسان کو کبھی حاصل ہوا ہے اور نہ کسی مقرب ترین فرشتے کو۔

واقعۂ معراج کا مقصد: واقعہ معراج کے مقاصد میں جو سب سے مختصر اور عظیم بات قرآن کریم (سورہ بنی اسرائیل) میں ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم (اللہ تعالیٰ) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں۔۔۔ اس کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عظیم الشان مقام ومرتبہ دینا ہے جو کسی بھی بشر حتی کہ کسی مقرب ترین فرشتہ کو نہیں ملا ہے اور نہ ملے گا۔۔۔ نیز اس کے مقاصد میں امت مسلمہ کو یہ پیغام دینا ہے کہ نماز ایسا مہتم بالشان عمل اور عظیم عبادت ہے کہ اس کی فرضیت کا اعلان زمین پر نہیں بلکہ ساتوں آسمانوں کے اوپر بلند واعلیٰ مقام پر معراج کی رات میں ہوا۔ نیز اس کا حکم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچا بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرضیتِ نماز کا تحفہ بذاتِ خود اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ نماز اللہ جلّ شانہ سے تعلق قائم کرنے اور اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو مانگنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ نماز میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مناجات ہوتی ہے۔

نماز کی فرضیت کے علاوہ دیگر دو انعام: اس موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے انسان کا رشتہ جوڑنے کا سب سے اہم ذریعہ یعنی نماز کی فرضیت کا تحفہ ملا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کی فکر اور اللہ کے فضل وکرم کی وجہ سے پانچ نماز کی ادائیگی پر پچاس نمازوں کا ثواب دیا جائے گا۔ سورۃ البقرہ کی آخری آیت (آمَنَ الرَّسُولُ سے لے کر آخر تک) عنایت فرمائی گئی۔ اس قانون کا اعلان کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کے شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی معافی ممکن ہے یعنی کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ہمیشہ عذاب میں نہیں رہیں گے بلکہ توبہ سے معاف ہوجائیں گے یا عذاب بھگت کر چھٹکارا مل جائے گا، البتہ کافر اور مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

معراج میں دیدار الٰہی: زمانہ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں اور اگر رؤیت ہوئی تو وہ رؤیت بصری تھی یا رؤیت قلبی تھی، البتہ ہمارے لئے اتنا مان لینا ان شاء اللہ کافی ہے کہ یہ واقعہ برحق ہے، یہ واقعہ رات کے صرف ایک حصہ میں ہوا، نیز بیداری کی حالت میں ہوا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک بڑا معجزہ ہے۔

قریش کی تکذیب اور ان پر حجت قائم ہونا: رات کے صرف ایک حصہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس جانا، انبیاء کرام کی امامت میں وہاں نماز پڑھنا، پھر وہاں سے آسمانوں تک تشریف لے جانا، انبیاء کرام سے ملاقات اور پھر اللہ جل شانہ کی دربار میں حاضری، جنت ودوزخ کو دیکھنا، مکہ مکرمہ تک واپس آنا اور واپسی پر قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے ملاقات ہونا جو ملک شام سے واپس آرہا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو معراج کا واقعہ بیان کیا تو قریش تعجب کرنے لگے اور جھٹلانے لگے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو سچ فرمایا ہے۔ اس پر قریش کے لوگ کہنے لگے کہ کیا تم اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آسمانوں سے آپ کے پاس خبر آتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب صدیق پڑ گیا۔ اس کے بعد جب قریش مکہ کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے احوال دریافت کئے گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت المقدس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روشن فرمادیا، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں تشریف فرما تھے۔ قریش مکہ سوال کرتے جارہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے جارہے تھے۔

سفر معراج کے بعض مشاہدات: اس اہم وعظیم سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت ودوزخ کے مشاہدہ کے ساتھ مختلف گناہگاروں کے احوال بھی دکھائے گئے جن میں سے بعض گناہگاروں کے احوال اس جذبہ سے تحریر کررہا ہوں کہ ان گناہوں سے ہم خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی ترغیب دیں۔

کچھ لوگ اپنے سینوں کو ناخنوں سے چھیل رہے تھے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے ناخون تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی بے آبروئی کرنے میں پڑے رہتے ہیں۔ (ابوداؤد)

سودخوروں کی بدحالی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر بھی گزرا جن کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے جیسے (انسانوں کے رہنے کے) گھر ہوتے ہیں ان میں سانپ تھے جو باہر سے ان کے پیٹوں میں نظر آرہے تھے۔ میں نے کہا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

کچھ لوگوں کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے، کچل جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہوجاتے تھے جیسے پہلے تھے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا، ختم نہیں ہورہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ لوگ نماز میں کاہلی کرنے والے ہیں۔ (انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج۔ شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

زکاۃ نہ دینے والوں کی بدحالی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں اور اونٹ وبیل کی طرح چرتے ہیں اور کانٹے دار وخبیث درخت اور جہنم کے پتھر کھارہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں۔ (انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج۔ شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

سڑا ہوا گوشت کھانے والے لوگ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ہے اور ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھارہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھارہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب عورت موجود ہے مگر وہ زانیہ اور فاحشہ عورت کے ساتھ شب باشی کرتے ہیں اور صبح تک اسی کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ عورتیں ہیں جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار شخص کے ساتھ رات گزارتی ہیں۔ (انوار السراج فی ذکر الاسراء والمعراج۔ شیخ مفتی عاشق الٰہیؒ)

سدرۃ المنتہی کیا ہے؟ احادیث میں سدرۃ المنتہی اور السدرۃ المنتہی دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔ قرآن کریم میں سدرۃ المنتہی استعمال ہوا ہے۔ سدرۃ کے معنی بیر کے ہیں اور منتہی کے معنی انتہا ہونے کی جگہ کے ہیں۔ اس درخت کا یہ نام رکھنے کی وجہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اسی پر منتہی ہوجاتے ہیں اور جو بندوں کے اعمال نیچے سے اوپر جاتے ہیں وہ وہاں پر ٹھہر جاتے ہیں، یعنی آنے والے احکام پہلے وہاں آتے ہیں پھر وہاں سے نازل ہوتے ہیں اور نیچے سے جانے والے جو اعمال ہیں وہ وہاں ٹھہر جاتے ہیں پھر اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔

وضاحت: واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کوئی خاص عبادت ہر سال ہمارے لئے مسنون یا ضروری نہیں ہے۔ تاریخ کے اس بے مثال واقعہ کو بیان کرنے کا اہم مقصد یہ ہے کہ ہم اس عظیم الشان واقعہ کی کسی حد تک تفصیلات سے واقف ہوں اور ہم اُن گناہوں سے بچیں جن کے ارتکاب کرنے والوں کا برا انجام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر امت کو بیان فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرما اور دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرما۔ آمین۔

موجودہ حالات سے قطعاً مایوس نہ ہوں

ڈاکٹرمحمد منظور عالم

ہندستان دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جہاں مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری کے آخری دور میں قدم رکھ دیا تھا۔ پھر دسویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی یہاں باضابطہ سلطنت بن گئی۔ پندرہویں صدی میں مغلوں نے یہاں آکر ہندستان کی تقدیر بدل دی۔ دنیا کی عظیم حکومتوں کے مقابلے میں ہندستان کو لاکھڑا کیا۔اس کا رقبہ کئی ملکوں تک وسیع کردیا۔آگے چل کر انگریزوں نے ملک پر قبضہ کرلیا تو مسلمانوں نے اس کے خلاف آزادی کی جنگ چھیڑ دی۔تحریک آزادی نے زور پکڑا تو برادارانِ وطن نے بھرپور ساتھ دیا اور بالآخر 1947 میں ہندستان آزاد ہوگیا۔ایک آزاد، سیکولر اور جمہوری حکومت کا قیام عمل میں آیا۔تمام شہریوں کو بغیر کسی مذہبی، لسانی اور علاقائی تفریق کے یکساں حیثیت دی گئی۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، دلت، پس ماندہ طبقات اور دوسرے مذاہب کے ماننے والوں نے ایک ساتھ رہنے کا عزم کیا، لیکن افسوس کہ ملک میں فرقہ پرست عناصر بھی اپنے پاؤں پھیلاتے رہے۔ نتیجے کے طور پر گاندھی جی کے قتل سے لے کر تری پورہ مسلم نسل کشی کے سانحے تک فرقہ پرستی کی دہشت اور بربریت کا ننگا ناچ نظر آتا ہے۔ستر برسوں کے دوران ہندستان کی جمہوری تصویر کو بدلنے کی مسلسل کوششیں کی جاتی رہیں۔اس لیے آج سماج میں نفرت اور فرقہ پرستی پنپ رہی ہے، مذہبی منافرت کو اہمیت دی جارہی ہے اور ہر وہ کام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، جس سے دستورِ ہند کی روح پامال کی جاسکے اور ہندستان کی حقیقی تصویر کو دنیا کی نظروں میں پوری طرح بدلا جاسکے۔

یہاں یہ بات بہت اچھی طرح سے واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حالات کا مقابلہ کرنا، مشکلات کا سامنا کرنا، چیلنجز قبول کرنا اور اسلامی تعلیمات کو اپنا کر دنیا میں نہ صرف یہ کہ اپنا وجود باقی رکھنا بلکہ دنیا کی قیادت اور رہنمائی کے لیے خود کو تیار کرنا مسلمانوں کی نمایاں صفت رہی ہے۔ ہر دور میں مسلمانوں نے اس سمت کوشش کی ہے۔اسلامی تاریخ میں ایسے متعدد مواقع ملتے ہیں، جن میں ہمیں نظر آتا ہے کہ پورا عالم اسلام پژمردگی اور بربادی کی کگار پر تھا، لیکن اچانک منظرنامہ بدلتا ہے اور دنیا کے نقشے پر کوئی عظیم رہنما یا کوئی عظیم معاشرہ وجود میں آجاتا ہے۔مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی کی معرکہ آراء کتاب تاریخ دعوت وعزیمت اسی بنیادی نکتے کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے کہ اسلام کے اندر ایسی روح کارفرما ہے، جو اپنے ماننے والوں کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔انھیں طویل مدت تک منظرنامے سے غائب رہنے نہیں دیتی۔حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوجائیں مسلمان کسی نہ کسی طرح اپنی سربلندی اور نشاۃ ثانیہ کا انتظام کرہی لیتا ہے۔لیکن یہ سب کچھ ایمانی جرأت اور مومنانہ فراست کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ جب کبھی مسلمانوں نے حوصلے سے کام نہیں لیا، حالات سے گھبرا کر بزدلی اختیار کرلی، حکمت سے کام لینے کے بجائے خوف اور ڈر کو خود پر سوار کرلیا تو انھیں ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ہمیں یقین ہے کہ آج کے گئے گزرے حالات میں بھی ملت اسلامیہ کے اندر وہ اسلامی روح کارفرما ہے، جو اسلام کا طرۂ امتیاز اور اس کی اصل شناخت ہے۔ اس لیے ہم موجودہ حالات سے فکرمند تو ہیں لیکن مایوس قطعاً نہیں ہیں۔

ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ آپسی اتحاد واتفاق مسلمانوں کی بنیادی ضرورت ہے۔قرآن کریم میں اتحاد واتفاق کو بہت اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں کو واضح ارشاد ہے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور آپس میں اختلاف مت پیدا کرو۔اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اس کی تعلیمات وہدایات قرآن کریم کی شکل میں موجود ہے۔اس میں انسانوں کے لیے زندگی گذارنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔اس کی عملی شکل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور آپ کی سیرت وتعلیمات کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ کتاب وسنت کی بنیاد پر متحد ومتفق ہوں۔اتحاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ تمام مسلمان اپنی انفرادی رائے، اپنے اعتقادات اور خیالات سے دستبردار ہوجائیں، بلکہ اتحاد سے مقصود یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اعتقادات پر قائم رہتے ہوئے مجموعی اتحاد کا ثبوت پیش کرے۔اپنے فقہی وفروعی اختلافات کو عوامی پلیٹ فارم سے بیان کرنے کو اپنے لیے حرام سمجھے۔ دوسروں کی رائے اور دلیل کے تئیں احترام، وسعت قلبی اور رواداری کا مظاہرہ کرے۔تعصب سے پرہیز کرے کیوں کہ تعصب تنازع اور تصادم کو جنم دیتا ہے۔اتحاد کی اہمیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپسی اختلاف وانتشار اور فخر وغرور کو مشرکوں کا شیوہ قرار دیا ہے۔

ہندستان کے موجودہ ماحول میں مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحاد واتفاق کے ساتھ برادرانِ وطن سے بہتر تعلقات قائم کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ اپنی خودداری، روایت اور اسلامی شعائر کے ساتھ ان سے ملاقاتیں کرنا، انھیں اپنے ہاں مدعو کرنا، ان کے ساتھ روابط بڑھانا اور ان کے ساتھ ہر مصیبت کے وقت میں کھڑے رہنا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ ڈائیلاگ اور مذاکرات کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہیے۔سیرت نبوی کے ایک اہم جز ''حلف الفضول'' سے سبق لیتے ہوئے انسانی بنیادوں پر ہر ایک کی بھلائی اور ہر ایک کے مسائل سے دل چسپی رکھنی چاہیے اور حتی الامکان ان مسائل کو حل کرنے میں اپنا تعاون دینا چاہیے۔لیکن ایسی کوششوں کے درمیان خود کو سنبھالنا اور خود پر قابو رکھنا بھی ضروری ہے۔کسی سے مرعوب ومتاثر ہونے والے اور ملی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر ذاتی مفاد کے تحت ایسی کوششیں کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہو پاتے۔ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اقتدار اور حکومت میں موجود کچھ لوگ کمزوروں کو استعمال کرکے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور ہم جانے انجانے میں ان کا آلۂ کار بن جاتے ہیں۔اس بات کا احساس تک نہیں کرپاتے ہیں کہ کہاں ہمارا استعمال کیا جارہا ہے؟ اور ہمارے اقدام سے کون فائدہ اٹھارہا ہے؟ اس لیے ہر لحمہ مومنانہ فراست کو بروئے کار لانا ضروری ہے۔

ہندستان کے موجودہ ماحول میں اس چیز کی بھی سخت ضرورت ہے کہ صوبائی ومرکزی حکومتوں سے اجتماعی روابط رکھے جائیں۔ان روابط میں دانش مندی کا استعمال ضروری ہوگا۔ہم اربابِ حکومت سے خوف اور مرعوبیت سے پوری طرح خود کو بچاتے ہوئے برابری کے ساتھ بات کرنے کی جرأت پیدا کریں۔ان لوگوں سے بھی بات چیت کے مواقع پیدا کریں جن کے بارے میں یہ واضح ہے کہ وہ نہ ملک کے دستور کی پروا کرتے ہیں، نہ اقلیتوں کی اور نہ ملک کی جمہوری شناخت کی۔ان ملاقاتوں میں خوف زدہ ہونے کے بجائے انھیں اپنے عمل، اپنی سوچ، اپنے عزم اور اپنی انسان دوستی کے اٹوٹ جذبے سے مرعوب کیا جائے۔ایسا اسی وقت ہوسکے گا جب ہم مرعوبیت کا لبادہ اپنی پوری زندگی سے اتار پھینکیں گے۔

میں اس بات کو پورے زور کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ ہندستان کے حالات ہمیں قرآن کریم کے ذریعے بیان کیے گئے وقار انسانی اور کرامت انسانی کے سبق کو مضبوطی سے پکڑنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ہمیں دستورِ ہند اور عظمت انسانی کے قرآنی سبق کو باہم مربوط کرکے مستقبل کی پالیسی ترتیب دینی ہوگی۔اس مضبوط اور مربوط پالیسی کے ذریعے ہمیں سماجی انتشار کو ختم کرنے اور پس ماندہ طبقات کے ساتھ کھڑے ہونے کی تیاری کرنی ہوگی۔میرا احساس ہے کہ زمینی سطح سے جڑے بغیر اور ملک کی عوام کو اپنا ہم نوا بنائے بغیر آگے کا سفر طے نہیں کیا جاسکتا۔یہ کام اس وقت تک نہیں ہوسکتا، جب تک ہم عوام کے مسائل اور الجھنوں کو اپنا مسئلہ نہ سمجھ لیں۔اس کے لیے ہمیں ہر اچھے اور بھلے کام میں تعاون کرنے اور ہر برائی اور ظلم کے خلاف کھڑے ہونے کا مزاج بنانا ہوگا۔

مسلم معاشرے کے اندر حفظانِ صحت، تعلیمی بیداری اور اعلیٰ اخلاق وکردار سے مزین ہونے کا جذبہ پیدا کرنا بھی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔تعلیم کے بغیر نہ کوئی انقلاب آیا ہے اور نہ آسکتا ہے۔اس کے لیے ہمیں اپنے پرانے عزم کو سامنے رکھ کر کوشش کرنی ہوگی کہ 2050 تک کوئی مسلم بچہ تعلیم سے محروم نہ رہے۔ اعلیٰ تعلیمی میدانوں میں بالخصوص قانون، ٹکنالوجی اور میڈیا کے میدانوں کی طرف جانا ہوگا اور منظّم منصوبے کے تحت اپنے نوجوانوں کو بالخصوص ان تین میدانوں میں کثرت کے ساتھ پہنچانا ہوگا۔ہم لوگ اپنے انفرادی اور جماعتی وتنظیمی وسائل وذرائع کو استعمال کرکے اپنے معاشرے میں قرضِ حسنہ کی اسکیم کو بڑھاوا دیں اور اوسط درجے کی آمدنی کے وسائل کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیں تو ملت کی معاشی بنیادوں کو زبردست تقویت پہنچائی جاسکتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ایک ہندستانی کی حیثیت سے حاصل ہونے والے ووٹنگ کے حق کو بھی پورے شعور کے ساتھ استعمال کرنے کا مزاج بنانا ہوگا۔اس کے علاوہ ہمیں اپنی تہذیب وروایات کی عظیم تاریخ کو از سرنو مرتب کرکے اپنی قوم، اپنے ملک اور پوری دنیا کے سامنے پیش کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ ملک کے موجودہ سیاق میں جو چند باتیں کہی گئی ہیں، وہ موجودہ حالات کے لیے بھی ہیں اور مستقبل کی منصوبہ سازی کے لیے بھی ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ان تمام باتوں کو صحیح طور پر اسی وقت اختیار کیا جاسکے گا جب ہمارے اندر ایمانی فراست اور مومنانہ جرأت کارفرما ہوگی۔اس فراست وجرأت کے بغیر کوئی سنگ میل طے نہیں کیا جاسکتا۔اگر جرأت وفراست ہو تو راہیں خود بخود ہموار ہوتی چلی جاتی ہیں اور کام کرنے کا طریقہ اور نئے نئے منصوبے اپنے آپ ذہن کے دریچوں میں آنے لگتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مومنانہ جرأت وفراست سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے اور نازک حالات میں عزم واستقلال کی تاریخ رقم کرنے کی روایت کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

افغانستان میں طالبان اور اسلام

عبد الرحمان قاسمی

افغانستان میں ایک عرصے سے افغان باشندے کے ہاتھ میں اپنے ہی ملک کی باگ ڈور نہیں رہی، برسوں سے بیرونی ممالک نے ہی افغانستان پر حکومت کی کوششیں کیں، جس میں وہ کچھ حد تک کامیاب رہے، شروع شروع میں برطانیہ نے افغان پر قبضہ جمانا چاہا تھا جن دنوں انہوں نے ہندوستان پر قبضہ کی شروعات کی تھی، پھر روسی فوجیں آئیں اور افغانستان کو اپنے قبضہ میں لینے کی کوشش میں اس قدر ظلم کیا کہ افغان باشندے تڑپ اٹھے، اور تیسرا مرحلہ امریکہ اتحادیوں سے افغانستان پر حکومت کی اور رنگ ونسل، مذہب و مسلک، اور لسان وزبان کے نام پر افغان قوم میں افتراق کی کوشش کی، اسی وقت غیر ممالک کی دخل اندازیوں سے تنگ آکر ان سے مزاحمت کے لیے اور اندرون ملک امن وسکون پیدا کرنے کے لیے 1994ء میں طالبان وجود میں آیا، افغانستان کی باگ ڈور طالبان نے 1996ء میں سنبھالی اور پوری اسلامی حمیت کے ساتھ 2001ء تک حکومت کی، پھر امریکہ اپنی اتحادی ممالک کی مشترکہ کوششوں سے افغانستان پر قابض ہوگیا، طالبان نے وقتی طور پر شکست ضرور کھائی، اقتدار ہاتھ میں نہیں رہا مگر وہ مسلسل جدوجہد جاری رکھی نتیجتاً 21 سال کی سعی پیہم کے بعد 15؍اگست 2022ء کو طالبان نے افغانستان میں اپنی حکومت کا اعلان کیا، اور ان دنوں برسر اقتدار ہے، طالبان کو دوبارہ حکومت میں واپس آنے پر بہت سارے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا، کئی ملکوں نے طالبان حکومت کے بائیکاٹ کی باتیں کہیں، تو کئی ملکوں نے دہشت گرد ٹھہرایا، اقتدار سنبھالنے کے بعد طالبان نے شرعیہ قانون نافذ کرنا شروع کیا، اور تمام فیصلے شرعی اصول میں کرنے کا حکم نامہ جاری کیا، عورتوں کو پردہ کرنا ضروری قرار دیا تو اندرون ملک کچھ لبرل مرد خواتین نے احتجاج کیا اور طالبان حکومت کے اس فیصلے پر نظر ثانی کی اپیل کی، اس سے کہیں زیادہ دنیا بھر کے چھوٹے بڑے تمام ممالک نے طالبان پر دباؤ کی کوششیں کیں، کئی مہینوں تک طالبان میڈیا کا خاص موضوع بنا رہا، جھوٹی سچی ہر طرح کی کہانی گھڑ کر شرعیہ قانون کے نفاذ پر خوب شور ہنگامہ کیا گیا، مگر طالبان حکومت نہایت ہی حکمت عملی سے اپنا کام کرتی رہی، رفاہی خدمات کی پوری کوشش کی، اپنے باشندوں کے لیے تمام تر سہولیات فراہم کرنے میں لگی رہی جیسا کہ آج تک دیکھنے کو مل رہا ہے، جس سے تمام تر شکایتوں کا جواب مل گیا ہے اور تمام الزامات غلط ثابت ہوئے ہیں، اور طالبان اپنی حکومت میں کامیاب ہے، ہاں کچھ بم بلاسٹ اور مساجد پر حملوں کی خبر ہر شخص کے لیے باعث تشویش اور افسوسناک رہی ہے، جس کے لیے خود طالبان بھی فکرمند ہے، مزید اسے توجہ دینی چاہیے، بھوک مری، بے روزگاری اور اقتصادی ومعاشی مسائل سے تقریباً تمام ملک ہی جوجھ رہے ہیں، افغانستان بھی معاشی اعتبار سے کمزور ہے، جس کی بھرپائی کے لیے وہ سرگرداں ہے۔

اخبارِ جہاں

محمد عادل فریدی

امریکہ میں سینکڑوں مہاجرین بچے اب بھی اپنے خاندانوں سے الگ

سابق امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی ایک پالیسی کی وجہ سے امریکہ میکسیکو سرحد پر اپنے خاندان سے الگ ہو جانے والے تقریباً 1000 تارکین وطن بچے اب بھی اپنے خاندانوں سے نہیں مل سکے ہیں۔ یہ اعداد وشمار جمعرات کے روز امریکی محکمہ ہوم لینڈ سکیورٹی (ڈی ایچ ایس) کی طرف سے جاری کیے گئے ہیں۔ امریکی صدر جو بائیڈن نے سابقہ ٹرمپ انتظامیہ کی پالیسی کی وجہ سے اپنے خاندانوں سے الگ ہو جانے والے تمام بچوں کو دوبارہ ملانے کا وعدہ کیا تھا۔ جنوری 2021 میں عہدہ سنبھالنے کے فوراً بعد انہوں نے اس کام کے لیے ایک ٹاسک فورس تشکیل دیا تھا۔ ڈی ایچ ایس کا کہنا ہے کہ ٹاسک فورس کے قیام کے بعد سے دو برسوں میں 600 سے زائد بچوں کو ان کے خاندان سے دوبارہ ملا دیا گیا ہے۔ لیکن تقریباً 998 بچے اب بھی اپنے خاندان والوں سے الگ رہ رہے ہیں۔ اس نے مزید کہا کہ ان بچوں میں سے 148 کو دوبارہ ملانے کا عمل اگلے مرحلے میں ہے۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

ایرانی جوہری تنازعہ، ماکرون اور نیتن یاہو کی ملاقات

اسرائیلی وزیر اعظم بینجمن نیتن یاہو نے اپنے دورہ پیرس کے دوران فرانسیسی صدر ایمانوئل ماکرون سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں ایرانی جوہری پروگرام اور یوکرینی جنگ کے موضوعات پر گفتگو کی گئی۔ ماکرون نے ایرانی جوہری پروگرام کو پیش قدمی سے روکنے کے لیے ٹھوس اقدامات کی ضرورت پر زور دیا۔ پیرس میں صدر ماکرون کی سرکاری رہائش گاہ ایلیزے پیلس سے جاری کردہ ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ ایرانی جوہری پروگرام جاری رہا تو اس کے خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔ دونوں رہنماؤں کے درمیان یہ ملاقات جمعرات کی شام ہوئی۔ ماکرون نے تہران حکومت کے بین الاقوامی جوہری توانائی ایجنسی کے ساتھ عدم تعاون پر بھی بات چیت کی۔ نیتن یاہو اور ماکرون نے اس ملاقات میں خطے کو عدم استحکام کا شکار کرنے کے لیے ایرانی سرگرمیوں پر گہری تشویش ظاہر کی۔ ماکرون نے یوکرین کے خلاف روسی جارحیت میں ماسکو حکومت کے لیے ایرانی مدد پر تہران حکومت کے خلاف ممکنہ پابندیوں پر بھی اصرار کیا۔ (ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

بنگلہ دیش نے سعودی عرب سے پٹرول ادھار مانگا

ڈالرز کی ادائیگیوں میں عدم توازن کے شکار بنگلہ دیش نے سعودی عرب سے پٹرول ادھار دینے کی درخواست کرتے ہوئے کہا ہے کہ پٹرول کی قیمتوں کی ادائیگی کے لیے مؤخر اقساط کی سہولت فراہم کی جائے۔ عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق آئی ایم ایف نے بنگلہ دیش کے لیے 4.7 ارب ڈالر قرضے کی منظوری دیدی ہے جس کے لیے پہلی قسط کے طور پر فوری 67 کروڑ ڈالر فراہم کیے جائیں گے۔ تاہم بنگلہ دیش کو پٹرول اور خوراک کی خریداری کے لیے ڈالرز کی کمی کا تا حال سامنا ہے۔ وہ اپنی ضروریات کا نصف پٹرول سعودی عرب سے خریدتا ہے لیکن ڈالرز کی کمی کے باعث ادائیگی میں مشکلات کا سامنا ہے۔ جس پر بنگلہ دیش نے سعودی عرب سے ادھار پٹرول فراہم کرنے کی درخواست کی ہے۔ درخواست میں کہا گیا ہے کہ زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی کی وجہ سے ادائیگی میں عدم توازن کا سامنا ہے۔ خیال رہے کہ بنگلہ دیش کی معیشت اس وقت بھی ایشیا کی مضبوط ترین معیشتوں میں شمار ہوتی ہے تاہم روس یوکرین جنگ سے خوراک اور پٹرول کی بڑھتی قیمتوں کی وجہ سے ملک کو مشکلات کا سامنا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بنگلا دیش کی کرنسی ''ٹکا'' کی قدر میں بھی امریکی ڈالر کے مقابلے میں تقریباً 25 فیصد کمی ہوئی ہے، جس سے پیٹرول کے تقسیم کاروں اور بجلی کی افادیت کے اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ واضح رہے کہ بنگلا دیش کے گزشتہ برس جنوری میں زرمبادلہ کے ذخائر 46 ارب ڈالر تھے جو سال کے آخر میں 32 ارب ڈالر رہ گئے جب کہ مہنگائی کی سرکاری شرح 8.7 فیصد ہے۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

سوڈان میں پوپ فرانسس کا دورہ؛ مسلح گروپ کی فائرنگ میں 21 افراد ہلاک

سوڈان میں مسلح ڈاکوؤں نے ایک گاؤں میں گھس کر اندھا دھند فائرنگ کر کے 21 افراد کو ہلاک کر دیا یہ واقعہ پوپ فرانسس کے دورے کے آغاز پر ہوا۔ عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق سوڈان کے جنوبی علاقے میں ایک گاؤں میں مسلح افراد نے اندھا دھند فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں 21 افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔ ڈاکو جاتے ہوئے نقدی اور قیمتی اشیا لوٹ کر لے گئے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب پوپ فرانسس خانہ جنگی ختم ہونے، مفاہمت اور بھائی چارے کو فروغ دینے کے لیے 3 روزہ دورے پر سوڈان پہنچے ہیں اور اس موقع پر سیکیورٹی سخت رکھی گئی ہے۔ اقوام متحدہ کے مشن برائے جنوبی سوڈان نے بھی مسلح گروپوں سے اپیل کی ہے کہ خانہ جنگی کے بجائے امن اور مذاکرات کا راستہ اختیار کریں۔ ملک میں امن سب کے لیے مفید ہے۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

ایئر انڈیا کی ابوظہبی۔کالیکٹ فلائٹ کے انجن میں لگی آگ

ایئر انڈیا کی ابوظہبی سے کالی کٹ جانے والی فلائٹ کے انجن میں آگ لگ گئی جس کی وجہ سے ایمرجنسی لینڈنگ کرنی پڑی، ایئر انڈیا ایکسپریس نے اس حوالے سے ایک بیان جاری کرتے ہوئے کہا کہ ایئر انڈیا ایکسپریس کی ابوظہبی-کالیکٹ فلائٹ IX348 کو اس کے بائیں انجن میں آگ لگنے کے بعد ہنگامی لینڈنگ کرانی پڑی۔ پرواز نے ابوظہبی ایئرپورٹ پر ہنگامی لینڈنگ کی۔ طیارے میں سوار تمام مسافر محفوظ بتائے جا رہے ہیں۔ اس طیارے میں کل 184 مسافر سوار تھے۔

ہندوستان کے ڈائریکٹوریٹ جنرل آف سول ایوی ایشن (DGCA) نے ایک بیان جاری کرتے ہوئے کہا، ''آج ایئر انڈیا ایکسپریس آپریٹنگ فلائٹ IX348 AYC-VT 800-B737 (ابوظہبی-کالیکٹ) میں 1000 فٹ کی بلندی پر چڑھائی کے دوران نمبر 1 کے انجن میں آگ لگ گئی۔ اس کی وجہ سے پرواز کو ابوظہبی ہوائی اڈے پر ایئر ٹرن بیک کرانا پڑا۔'' (نیوز-18)

تعلیم و روزگار

آئی آرسی ٹی سی میں کنسلٹنٹ کے لیے بھرتیاں، درخواستیں مطلوب

انڈین ریلوے کیٹرنگ اینڈ ٹورازم کارپوریشن لمیٹڈ (آئی آر سی ٹی سی) ریلوے کے انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ کے ریٹائرڈ ایس ایس ای سے درخواستیں طلب کر رہا ہے۔ وہ حکومت کے ایگزیکٹو انجینئر، پی ایس یو مرکزی حکومت، ریاستی حکومت پی ایس یو کنسلٹنٹ (سول) کے عہدوں کے لیے درخواستیں طلب کر رہا ہے۔ انڈین ریلوے کیٹرنگ اینڈ ٹورازم کارپوریشن لمیٹڈ میں انفراڈ پارٹمنٹ میں عارضی بنیادوں پر انڈین ریلوے کیٹرنگ اینڈ ٹورازم کارپوریشن لمیٹڈ بھرتی 2023 کے سرکاری نوٹیفکیشن کے مطابق امیدواروں کو 60000 روپے سے 200000 روپے کے درمیان ماہانہ معاوضہ دیا جائے گا۔ پوسٹ کے لیے درخواست دینے کے لیے زیادہ سے زیادہ عمر کی حد 64 سال ہے۔ درخواست دہندہ کے پاس سول انجینئرنگ یا اس کے مساوی میں بیچلر کی ڈگری ہونی چاہیے۔ اہل امیدوار 20 فروری 2023 تک ایڈیشنل جنرل منیجر (ایچ آر ڈی) ایچ آر ڈیپارٹمنٹ، آئی آر سی ٹی سی لمیٹڈ، 12 ویں منزل اسٹیٹس مین ہاؤس، براکھمبا روڈ نئی دہلی 110001 پر معاون دستاویزات کے ساتھ اپنے تجربے کی فہرست بھیج سکتے ہیں۔ درخواست دہندہ کو ریلوے، نان ریلوے اراضی پر ہائی رائز رہائشی کالونیوں، ہوٹلوں، شاپنگ کمپلیکسز کی تعمیر سے متعلق بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں میں کام کرنے کا تجربہ ہونا چاہیے۔

عمر کی حد: جیسا کہ آئی آر سی ٹی سی بھرتی 2023 کے سرکاری نوٹیفکیشن میں دیا گیا ہے، درخواست دہندہ کی عمر 64 سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔

اہلیت: درخواست دہندہ کے پاس سول انجینئرنگ میں بیچلر یا اس کے مساوی ہونا ضروری ہے۔

تجربہ: درخواست دہندہ کے پاس سول انجینئرنگ، پراجیکٹ مینجمنٹ، کنسٹرکشن کنٹریکٹ مینجمنٹ کے شعبے میں کام کا کم از کم بیس سال کا تجربہ ہونا چاہیے۔

محکمہ ڈاک میں تقریباً 41 ہزار عہدوں کیلئے ویکنسی، 16 فروری تک فارم بھریں

محکمہ ڈاک نے ملک بھر میں 40 ہزار 989 عہدوں پر بحالی کے لئے اشتہار شائع ہوئے ہیں۔ دسویں کلاس یا مساوری درجہ پاس امیدوار دیہی ڈاک خدمات کے عہدے کے لئے درخواست فارم بھرنے کا عمل جاری ہے۔ امیدوار 16 فروری تک اپنا فارم بھر سکتے ہیں۔ مذکورہ عہدوں میں سب سے زیادہ 7897 عہدے اتر پردیش کے لئے ہیں جب کہ بہار کے لئے 1461 عہدوں پر بحالی ہونی ہے۔

خواہش مند امیدوار indianpostgdsonline.gov.in پر جا کر فارم بھر سکتے ہیں۔ بحالی کے لئے کوئی تحریری امتحان نہیں ہوگا۔ امیدوار کا انتخاب میرٹ لسٹ کی بنیاد پر ہوگا۔ میرٹ لسٹ دسویں کلاس میں حاصل شدہ نمبرات کی بنیاد پر تیار کئے جائیں گے۔ ڈاک خدمات کی ان بحالیوں کے تحت برانچ پوسٹ ماسٹر، اسسٹنٹ برانچ پوسٹ ماسٹر، ڈاک خادم سے عہدے بھرے جائیں گے۔ دسویں درجہ میں حساب، مقامی زبان اور انگریزی میں پاس ہونا لازمی ہے۔ بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے فوقانیہ اور مولوی کا امتحان پاس کیے ہوئے امیدوار بھی ان عہدوں پر بحالی کی درخواست دے سکتے ہیں۔

سنٹرل بینک آف انڈیا میں ویکنسی، کئی اہم آسامیوں پر ہوگی تقرری

سنٹرل بینک آف انڈیا نے چیف مینیجر گریڈ IV اور سینئر مینیجر گریڈ III کے عہدوں کے لیے دلچسپی رکھنے والے امیدواروں سے درخواستیں طلب کی ہیں۔ اس بھرتی مہم میں کل 250 آسامیاں پُر کی جانی ہیں جن میں 50 آسامیاں چیف مینیجر گریڈ IV کی ہیں اور 200 آسامیاں سینئر مینیجر گریڈ III کی ہیں۔ امیدواروں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ خالی آسامیوں اور بھرتی کے عمل سے متعلق تفصیلی معلومات کے لیے سینٹرل بینک آف انڈیا کی آفیشل ویب سائٹ https://www.centralbankofindia.co.in/en دیکھیں۔

امیدوار نیچے دیے گئے براہ راست لنک سے آفیشل نوٹیفکیشن بھی ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔ درخواست دینے سے پہلے امیدواروں کو کم از کم قابلیت کی جانچ کرنی ہوگی۔ تمام آسامیاں عارضی نوعیت کی ہیں اور نہیں۔ حقیقی آسامیوں کی تعداد بینک کی ضرورت کے مطابق مختلف ہوسکتی ہے۔ چیف مینیجر گریڈ IV اور سینئر مینیجر گریڈ III کے لیے سینٹرل بینک آف انڈیا کی بھرتی 2022-23 کے لیے درخواست دینے کے لیے لنک کو فعال کر دیا گیا ہے۔ امیدوار سینٹرل بینک آف انڈیا کی سرکاری ویب سائٹ سے درخواست فارم بھر سکتے ہیں۔ امیدواروں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ سنٹرل بینک آف انڈیا کی بھرتی 2022-23 کے لیے درخواست دینے سے پہلے ہدایات کے ساتھ سرکاری نوٹیفکیشن کو غور سے پڑھیں اور فارم کو احتیاط سے پُر کریں اور آن لائن درخواست میں بھری گئی تفصیلات کی خود بھی تصدیق کریں کیونکہ مکمل رجسٹریشن کے بعد کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہوگی۔

مگدھ یونیورسٹی کے ہزاروں طلبہ کا مستقبل داؤ پر

بہار کی یونیورسٹیوں میں سات لاکھ سے زیادہ طلبہ ہیں جو اپنی ڈگریوں، نتائج اور یہاں تک کہ زیر التواء سمسٹروں کا انتظار کر رہے ہیں۔ سب سے بڑے تعلیمی اداروں میں سے ایک، مگدھ یونیورسٹی بھی انتظامیہ کے لاپرواہ رویہ کا شکار ہو گئی ہے۔ سال 1962 میں قائم ہوئی اس یونیورسٹی کے سابق طلبہ میں مشہور اداکار پنکج ترپاٹھی، مرکزی وزیر گری راج سنگھ، راجیو پرتاپ روڈی، اور بہار کے سابق وزیر اعلی جیتن رام مانجھی شامل ہیں۔ بودھ گیا میں واقع یونیورسٹی 13 انڈر گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ اور دیگر اسٹریمز میں 704 کورسز پیش کرتی ہے۔ اس کے 44 حلقہ کالج اور 85 ادارے اس سے وابستہ ہیں اور دو لاکھ سے زیادہ طلبہ اور 2000 سے زیادہ اساتذہ ہیں۔

مگدھ یونیورسٹی کے طلبہ نے تعلیمی سیشن میں تاخیر اور امتحانات کے انعقاد میں انتظامیہ کی نااہلی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے گزشتہ سال 21 دسمبر کو پٹنہ میں بہار کے گورنر پھاگو چوہان کے قافلے کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ امتحانات، نتائج کی اشاعت اور بروقت سرٹیفکیٹ جاری کرنے کا مطالبہ گزشتہ دو سال سے جاری ہے۔

عالمی سطح پر مسلمانوں کا فکری و تہذیبی تجزیہ

مولانا علیم الدین ندوی

غور وفکر کسی بھی فرد یا قوم کے لئے انتہائی اہم ہے۔ انسان کو عقل دی گئی ہے اور اسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے نوازا ہے۔ اگر وہ اپنی اس صلاحیت کو بروئے کار لائے تو اپنے مستقبل کو تابناک بنا سکتا ہے اور کامیابی کی منزلیں طے کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس فکری صلاحیت کو استعمال نہ کرنا اور اپنی عقل وخرد پر جمود طاری کر لینا ناکامی کو دعوت دینا ہے۔ اس تناظر میں کہا جا سکتا ہے کہ جب کسی قوم کی فکری صلاحیت پر گرد کی تہیں جم جاتی ہیں اور صحیح فیصلہ لینے کی قوت جاتی رہتی ہے تو زوال، ناکامی اور پستی جیسی چیزیں اسے ہر چہار جانب سے گھیر لیتی ہیں۔ اس کے برعکس جو قوم غور وفکر کے سلسلہ کو جاری رکھتی ہے، دنیا کے حوادثات اور تغیرات سے سبق لیتی ہے اور بدلتے حالات کے دور رس نتائج پر گہری نگاہ رکھتی ہے وہ قوم بے شمار مسائل کو پیچھے چھوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے اور زندگی کے ہر میدان میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوتی ہے۔

منصفانہ غور وفکر کے بعد انسان صحیح سمت میں آگے بڑھنے کے لائق ہوتا ہے اور اسے ایسی روشنی مل جاتی ہے جس میں وہ اپنے سفر کو جاری رکھ سکتا ہے۔ قرآن مجید میں لوگوں کو بار بار فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا گیا: ''بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں اور رات و دن کے آنے جانے میں بہت سی نشانیاں ہیں ان عقل والوں کے لیے جو اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ کھڑے بیٹھے اور لیٹے۔ (ہر حال میں) اور غور وفکر کرتے رہتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (جو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں) پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا تو پاک ہے، اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے'' (آل عمران: ۱۹۰-۱۹۱)

حیران کن امر یہ ہے کہ اسلام میں غور وفکر کی جس قدر اہمیت بیان کی گئی ہے، ملت اسلامیہ اس سے اسی قدر بے پرواہ نظر آ رہی ہے۔ جس کی وجہ سے ملت اسلامیہ گزشتہ کئی صدیوں سے بتدریج زوال کی شکار ہے اور ہنوز مستقبل قریب میں ایسے امکانات نظر نہیں آتے، جن کی روشنی میں یہ کہا جا سکے کہ مسلمان جلد ہی انحطاط کے دائرے کو توڑ کر باہر آ جائیں گے اور ترقی کی بلندیوں پر پہنچ جائیں گے۔ غور وفکر سے صرف نظر کرنے کی وجہ سے ملت اسلامیہ آج بے شمار مسائل میں گھر گئی ہے اور اسے اپنے مسائل کو حل کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ عائلی مسائل سے لے کر عالمی مسائل تک ملت اسلامیہ سخت دشوار حالات کا سامنا کر رہی ہے اور اس کے پاس اپنے عائلی مسائل کو حل کرنے کے لیے کوئی خاکہ ہے اور نہ ہی عالمی مسائل کو حل کرنے کے لیے کوئی لائحہ عمل۔

ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ عصر حاضر میں مسلمانوں کو عالمی سطح پر کس نظر سے دیکھا جاتا ہے، تہذیبی وفکری سطح پر اسے کیسا سمجھا جاتا ہے اور عالمی سیاست میں اس کا کیا مقام ہے؟ دفاعی سطح پر اس کی کیا درگت بنی ہوئی ہے اور عالمی معیشت میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس بات سے کون واقف نہیں کہ ساری دنیا میں مسلمانوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا، کہیں انہیں پچھڑا ہوا، کہیں انہیں غیر تعلیم یافتہ اور کہیں انہیں تاریک خیال و رجعت پسند خیال کیا جاتا ہے۔

چند صدیوں قبل مسلمان ہر میدان میں آگے تھے اور اسلامی تہذیب و معاشرت کو پوری دنیا میں ایک مقام حاصل تھا، تعلیم کے میدان میں بھی مسلمانوں کا کوئی ہمسر نہ تھا، لیکن اب مسلم تہذیب و معاشرت مغربی تہذیب کی ریشہ دوانیوں کے نرغے میں ہے، یہ فکری جمود کی انتہا ہے کہ خود مسلم ممالک اپنی تہذیب سے بیزار دکھائی دے رہے ہیں اور مغربی تہذیب و تمدن اختیار کرتے نظر آ رہے ہیں، جب کہ مغربی تہذیب کے نقصانات سامنے آ چکے ہیں۔ اگر اسلامی تہذیب کے داعی پوری دلجمعی کے ساتھ اپنی تہذیب کو زندہ رکھتے اور اس کی اشاعت کی کوشش کرتے تو جہاں وہ خود انواع و اقسام کے خطرات سے محفوظ ہوتے، وہیں آج ماہی بے آب کی طرح تڑپتی دنیا اسلامی تہذیب کی ٹھنڈی چھاؤں میں سکون حاصل کرنے میں عافیت محسوس کرتی اور آج اسلامی و مغربی تہذیب کی کشمکش میں اسلامی تہذیب ہی کو غلبہ حاصل ہوتا۔

دفاعی سطح پر تو مسلم دنیا کی حالت اور زیادہ دگرگوں ہے۔ نہ جدید ٹکنالوجی ہے اور نہ ہی حکمت عملی۔ اسرائیل نے پورے عالم اسلام کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔ کیونکہ وہ مسلم ممالک کی کمزوری سے واقف ہے۔ اسرائیل ہو یا امریکہ، فرانس ہو یا برطانیہ، روس ہو یا چین یا دیگر ترقی یافتہ و ترقی پذیر ممالک سب دفاعی ساز وسامان سے لیس ہیں۔ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف امریکہ، روس، فرانس اور چین ایٹمی ہتھیاروں کا ذخیرہ رکھتے ہیں بلکہ اسرائیل بھی ایٹمی طاقت سے لیس ہے۔ امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اسرائیل کے پاس تقریبا 150 نیوکلیائی ہتھیار ہیں۔ ان کے علاوہ نیچرل ریزیومس ڈیفنس کونسل اور فیڈریشن آف امریکن سینٹر نے بھی یہ خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اسرائیل کے پاس قریب 75 سے 200 کے درمیان ایٹمی ہتھیار ہیں۔ نیوکلر تھریٹن اِنی ٹیٹو نے بھی اسرائیل کے پاس تقریبا 100 سے 200 کے درمیان ایٹمی دھماکوں والی ڈوائسز کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔ امریکہ کی دفاعی خفیہ ایجنسی کی رپورٹ میں بھی اسرائیل کے پاس 100 کے قریب ایٹمی ہتھیاروں کی بات کہی گئی تھی، جس کا انکشاف 2004 میں صحافی روون اسکاربورف نے اپنی ایک رپورٹ میں کیا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ بعض رپورٹوں کے مطابق اسرائیل 1979 میں ایٹمی تجربہ بھی کر چکا ہے۔ لیکن دوسری طرف مسلم دنیا، خاص طور سے عرب دنیا کے پاس کیا ہے؟ غور کرنے کا مقام ہے۔

مسلم ممالک کی معیشت کی صورت حال بھی بہتر نہیں ہے۔ چند ممالک کو چھوڑ کر جہاں قدرتی ذخائر ہیں، زیادہ تر پسماندگی و زبوں حالی کے شکار ہیں۔ اگر عالمی سیاست کی بات کی جائے تو مسلم دنیا اس میں بھی بہت پیچھے دکھائی دیتی ہے۔ عالم اسلام کی اس نازک صورت حال کو دیکھتے ہوئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم ممالک اپنی تمام بنیادی کمزوریوں کو دور کریں۔ آپس میں اتحاد قائم کریں، غور وفکر سے کام لیں، تعلیم اور جدید ٹکنالوجی سے آراستہ ہونے کی جدوجہد کریں، مسلم دنیا کے افراد علم و عمل کے میدان میں آگے آئیں۔ دوسروں پر منحصر ہونے کی بجائے خود کفیل ہونے کے لیے شب و روز ایک کریں، ایک دوسرے کا تعاون کریں اور اپنے تہذیبی ورثہ کو ہر قیمت پر گلے سے لگا کر رکھیں۔ یقیناً فکری، تہذیبی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی تبدیلی سے ایک عظیم انقلاب رونما ہو سکتا۔ ہے۔ ملت اسلامیہ کے افراد خواہ وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں آباد ہوں، انہیں چاہیے کہ وہ اپنے خاندانی و معاشرتی مسائل پر غور وفکر کریں۔ ان کے معاشرے میں غیر اسلامی رسومات کیوں پائی جاتی ہیں؟ کیوں ان کے معاشرہ میں برائیاں بڑھتی جا رہی ہیں؟ خاندانی تنازعات کیوں شدت اختیار کرتے جا رہے ہیں؟ قتل و غارتگری، بدعنوانی اور بے حیائی جیسی بری باتوں میں بہت سے مسلمان کیوں ملوث ہیں؟ ہر پہلو پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔

مولانا محمد شفیق عالم قاسمی نمونہ اسلاف اور بیگوسرائے کی ملی وعلمی تاریخ کے معمار تھے: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا محمد شفیق عالم قاسمی کے انتقال پر جامعہ رشیدیہ جامع مسجد بیگوسرائے میں علما و دانشوران کا اظہار تعزیت اور ایصال ثواب کا اہتمام

مولانا محمد شفیق عالم قاسمی رحمہ اللہ نے اپنے اکابرین واسلاف کو نقش راہ بنا کر ترجیحات طے کرتے ہوئے زندگی گذاری تھی، انہوں نے اپنی ہمہ جہت خدمات میں ہر جہت کا خیال رکھا، مسجد، مدرسہ اور سماج کے ہر طبقے کے لئے وقت نکالا اور سبھوں کو انہوں نے اپنا وقت دیا، یہی اکابرین واسلاف کا طریقہ بھی رہا ہے۔ ان کے اندر افراد سازی کی صلاحیت کے ساتھ ادارہ سازی کی صلاحیت بھی تھی وہ نہ صرف عہد کہن کی عظیم یادگار تھے، بلکہ عصر حاضر کی تبدیلیوں پر بھی خاص نگاہ رکھتے۔ نئی نسل کو بھی اپنی ترجیحات طے کرنا چاہیے اور نظام الاوقات کے ساتھ امور کو انجام دینا مولانا مرحوم کی زندگی سے سیکھنا چاہیے۔ ان خیالات کا اظہار مورخہ ۲/فروری کو بعد نماز مغرب جامعہ رشیدیہ جامع مسجد بیگوسرائے میں منعقد دعائیہ مجلس سے خطاب کرتے ہوئے نائب ناظم امارت شرعیہ پٹنہ حضرت مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ صاحب قاسمی مدظلہ نے کیا۔ انہوں مزید کہا کہ موت مومن کا تحفہ ہے یہ تحفہ اللہ کی طرف سے فرشتوں کے ذریعے مومن کے پاس آتا ہے۔

اجلاس کا آغاز جامعہ کے قدیم استاذ جناب قاری قیام الدین قاسمی کی پرسوز تلاوت کلام پاک سے ہوا، نعت و نظم معروف شاعر قاری اعجاز ہاشمی اور عابد نیموی نے پیش کیا۔ پہلی نشست کی صدارت حضرت مولانا نفیل الرحمٰن قاسمی دامت برکاتہم نے کی، جب کہ دوسری نشست کی صدارت مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب مدظلہ العالی نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے فرمائی۔ اس موقع پر مولانا مرحوم کے داماد و جانشیں معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد خالد حسین نیموی قاسمی مدظلہ العالی کا جامع افتتاحی خطاب ہوا اپنے پر درد بیان میں انہوں نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا انہوں نے مزید فرمایا کہ مولانا کے انتقال سے صرف ہمارا گھرانہ غم زدہ نہیں ہے، بلکہ پورے ضلع کے مسلمانوں کو حضرت کی جدائی کا غم ہے، اس لئے آج ہم سبھی تعزیت کے مستحق ہیں، ہم خدا سے صبر و حوصلہ مانگتے ہیں اور مختلف سمتوں میں حضرت نے جو نقش راہ چھوڑا ہے، ان نقوش کو ہم اپنی اپنی زندگی کا حصہ بنانے کا عہد کرتے ہیں۔ مفتی محمد داود صاحب مظاہری نے اپنی گفتگو میں کہا کہ ہمیں اپنے محسن کو یاد رکھنا چاہیے، کم از کم ہر نماز میں ضرور دعا مغفرت کر لینی چاہیے۔ کچہری مسجد کے امام وخطیب مولانا علی حسن صاحب مظاہری نے کہا کہ اس عاجز پر حضرت مرحوم کے جو احسانات ہیں انہیں لفظوں میں بیان کرنا میرے لئے مشکل ہے، آج میں جو کچھ بھی ہوں حضرت الاستاذ کی توجہات کا صدقہ ہے۔ مولانا محمد زین العابدین قاسمی صدر جمعیۃ علماء مٹیہانی نے کہا کہ حضرت الاستاذ مولانا محمد شفیق عالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے مجھے پہچان ملی، مولانا حقیقت میں شفیق تھے، اور کسی بھی معاملے میں جب مجھے کوئی قدم اٹھانا ہوتا تو میں ان سے مشورہ کرتا وہ انتہائی مشفقانہ و ہمدردانہ مشوروں سے نوازتے تھے اور کامیابی بھی ملتی۔ مولانا نصیر الدین صاحب قاسمی نے بھی اپنے خیالات پیش کئے۔ حضرت مولانا محمد صابر نظامی صاحب قاسمی دامت برکاتہم جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بیگوسرائے نے کہا کہ مولانا کو خراج عقیدت پیش کرنے ہم سب یہاں جمع ہیں، سچی خراج عقیدت تب ہوگی جب ان کے مشن کو ہم آگے لے کر چلنے کا عزم مصمم کریں، انہوں نے کہا کہ مولانا نے زندگی بھر جامعہ رشیدیہ کے لئے خون پسینہ ایک کیا۔ حضرت کے نام سے ایک رواق شفیق کی تعمیر جلد ہونی چاہیے، دوسرا کام جو کرنے کا ہے وہ یہ کہ اس جامعہ رشیدیہ میں تعلیم و تربیت کا نظام و معیار بلند تر کیا جائے اس اہم کام کے لئے اگر انتظامیہ ضرورت محسوس کریں تو نظامی حاضر ہے۔ مولانا قاضی جرجیس اکرم قاسمی نے مولانا مرحوم سے ہوئی اپنی گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے قیمتی خیالات ظاہر کئے۔ نظامت کے فرائض راقم الحروف عین الحق امینی قاسمی نے بحسن و خوبی انجام دیئے۔ جس میں اس عاجز نے اپنی یادوں کو شیئر کیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے بتایا کہ وہ جس طرح علمی، فکری اور ہمہ جہتی خدمات میں ممتاز مقام رکھتے تھے وہ روحانیت میں بھی بلند مقام پر فائز تھے، انہوں نے دارالعلوم دیوبند کے حوالے سے عرض کیا کہ دارالعلوم دیوبند میں جو غیر امدادی طلبہ کو خشک نان ملتے ہیں وہ مولانا مرحوم کا حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے کہہ کر جاری کروایا ہوا ہے۔ اس موقع پر جامعہ رشیدیہ کے چار بچے محمد منہاج، محمد کوثر، محمد ارمان اور عبدالصمد نے مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی سے آخری سبق پڑھ کر حفظ قرآن کی تکمیل کی اور حافظ قرآن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس پروگرام کے داعی حضرت مولانا شیث عالم مفتاحی صدر المدرسین و جمیع اراکین جامعہ رشیدیہ جامع مسجد بیگوسرائے تھے۔

اجلاس کے اہم شرکاء میں آفتاب عالم ایڈووکیٹ، شمیم احمد، مقیم احمد ہرکھ، محمد مستقیم عرف منا پوکھریا، محمد ظفر عالم سرائے، محمد افضل، قاری قمر الہدیٰ نیما، الحاج مطیع الرحمان پوکھریا، مولانا احمد نصر، جامعہ رشیدیہ، ڈاکٹر معراج الحق، محمد افروز عالم، محمد پرویز عالم، مولانا دانش احمد قاسمی، مولانا پرویز نیما، الحاج محبّ الرحمٰن اجنبی، فیض الرحمٰن میاں چک، مولانا شمشاد کھگڑیا، ڈاکٹر جہانگیر قاسمی سرونجہ، ڈاکٹر فیض الرحمٰن قاسمی، مولانا فرحان راہی، قاری محمد وکیل امام ہرکھ، مولانا واصف حسین قاسمی امام مدنی مسجد ہرکھ، مولانا نور عالم اور مفتی نفیس احمد قاسمی امام وخطیب ناگدہ بیگوسرائے وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، اخیر میں صدر جلسہ مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب کی پرسود دعا پر مجلس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ **(رپورٹ: مولانا عین الحق امینی)**

ملک کی دولت امیروں کے قبضے میں

معصوم مرادآبادی

اس دور کا یہ کیسا سنگین المیہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس بے پناہ دولت اور وسائل ہیں، وہ تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہیں اور دنیا کا سارا بوجھ اٹھانے کی ذمہ داری ان غریبوں کے کاندھوں پر ڈال دی گئی ہے جو خود اپنا بوجھ اٹھانے کے لائق بھی نہیں ہیں۔ پوری دنیا میں معیشت کا جو نیا قانون نافذ ہے، اس کے تحت غریب دن بہ دن غریب اور امیر دن بہ دن امیر ہوتا چلا جارہا ہے۔ ترقی پذیر اور غریب ملکوں میں اس صورتحال نے بھیانک رخ اختیار کرلیا ہے اور نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ لوگ نان شبینہ کو محتاج ہوتے چلے جارہے ہیں۔ معاشی خلیج اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ تباہی پھیلانے کے لیے کسی اور ہتھیار کی ضرورت نہیں ہے۔ غریبوں، لاچاروں، مجبوروں اور محروموں کے ملک ہندوستان کا اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہاں 70 کروڑ لوگوں کے پاس جتنی دولت ہے، اتنی صرف 21 امیر لوگوں کے پاس ہے۔ اس سے آپ معاشی نابرابری کی بھیانک صورتحال کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہ صورتحال اس ملک میں ہے جہاں دنیا کے سب سے زیادہ یعنی 22 کروڑ غریب انسان بستے ہیں۔ عوام کو حکومت نے اس فریب میں مبتلا کردیا ہے کہ ہندوستان جلد ہی دنیا کی سب سے بڑی معیشت بننے والا ہے۔ اس وقت بھی ہم دنیا کے تیسرے سب سے مالدار ملک ہیں، لیکن جب ہم اپنے گریبان میں منہ ڈالتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ اس ملک میں غربت بھی اسی تیزی سے بڑھ رہی جس تیزی کے ساتھ امیری میں اضافہ ہورہا ہے۔ امیر بننے والوں کی تعداد صرف سیکڑوں میں ہوتی ہے، لیکن غریب ہونے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ عالمی معاشی فورم 'آکسفوم' کے تازہ اعداد وشمار چونکانے والے ہیں۔ 'آکسفوم' درحقیقت ۲۱ غیر سرکاری تنظیموں کا ایک پلیٹ فارم ہے جو 1942 میں قایم ہوا تھا اور اس کا بنیادی مقصد دنیا سے غربت اور محرومی کا خاتمہ کرنا ہے۔ آکسفوم کی تازہ رپورٹ کے مطابق پچھلے دو سال میں ہندوستان میں 64 / ارب پتی بڑھے ہیں اور صرف 100 ہندوستانی ارب پتیوں کی دولت 54 لاکھ کروڑ سے زائد ہے۔ یعنی ان کے پاس حکومت ہند کے ڈیڑھ سال کے بجٹ سے زیادہ دولت ہے۔ قابل غور نکتہ یہ ہے کہ تمام ارب پتیوں کی دولت پر بمشکل دو فیصد ٹیکس لگتا ہے۔ اگر اس دولت پر مناسب ٹیکس لگایا جائے تو اس سے ملک کے تمام بھوکے لوگوں کو آئندہ تین سال تک کھانا کھلایا جاسکتا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ٹیکس کا سارا بوجھ غریب عوام کے کاندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے اور امیروں کو اس لیے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے کہ یہی سیاسی پارٹیوں کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنتے ہیں۔ عوام صرف ووٹ دیتے ہیں اور یہ سرمایہ دار نوٹ دیتے ہیں۔ اگر ان امیروں پر تھوڑا زیادہ ٹیکس لگادیا جائے اور ضروری اشیاء پر ٹیکس گھٹا دیا جائے تو اس کا سب سے زیادہ فائدہ ملک کے غریب لوگوں کو پہنچے گا۔ موجودہ صوتحال یہ ہے کہ ابھی ملک میں جتنی پیداوار ہوتی ہے اس کا چالیس فیصد حصہ صرف ایک فیصد لوگ ہضم کرجاتے ہیں، جبکہ پچاس فیصد لوگوں کو اس کا تین فیصد حصہ ہی ہاتھ لگتا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ پچاس فیصد لوگ جن کی گردن پہلے ہی ماردی گئی ہوتی ہے، ان سے حکومت جی ایس ٹی کا 64 فیصد پیسہ وصول کرتی ہے جب کہ ملک کے دس فیصد سب سے زیادہ مالدار لوگ صرف تین فیصد ٹیکس دیتے ہیں۔ ان دس فیصد لوگوں کے مقابلے نچلے پچاس فیصد لوگ چھ گنا زیادہ ٹیکس بھرتے ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ غریب اور متوسط طبقہ کے لوگوں کو اپنی روزمرہ کی ضروری اشیاء کو خریدنے پر بہت زیادہ ٹیکس بھرنا پڑتا ہے، کیونکہ یہ ان کو بتائے بغیر ہی خاموشی سے کاٹ لیا جاتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ملک کے 70 کروڑ لوگوں کی مجموعی دولت ملک کے صرف 21 ارب پتیوں سے بھی کم ہے۔ سال بھر میں ان کی دولت میں 121 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کورونا دور میں جب ہر طرف ہاہاکار مچی ہوئی تھی اور لاکھوں لوگ موت کے منہ میں جارہے تھے، ان سرمایہ دور کی دولت میں اضافہ درج کیا گیا۔ شاید اسی لیے کارل مارکس نے کہا تھا کہ "جب غریب لوگ مہنگائی کی وجہ سے خودکشیاں کرنے لگیں گے تو سرمایہ دار سّیاں بنانے اور بیچنے کا دھندہ شروع کردیں گے۔" معاشیات ایک خشک موضوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس میں دلچسپی نہیں لیتے۔ جو لوگ معیشت کے نشیب وفراز اور اس کی کمزوریوں سے واقف ہیں، وہ دو اور دو پانچ کرنے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ عام آدمی کو تو صرف یہی فکرستاتی رہتی ہے کہ وہ کس طرح اپنے اور اپنے بچوں کی روٹی کا بندوبست کرے۔ عالمی معاشی فورم نے اپنی تازہ رپورٹ میں جو اعداد وشمار پیش کئے ہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کے امیر لوگوں پر اگر مناسب ٹیکس لگایا جائے تو کس طرح غربت اور افلاس کے مسائل حل کئے جاسکتے ہیں۔ فورم کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ہندوستان کے دس سب سے زیادہ امیر لوگوں پر پانچ فیصد ٹیکس لگانے سے بچوں کو اسکول واپس لانے کے لیے پوری رقم مل سکتی ہے۔ صرف ایک ارب پتی گوتم اڈانی کو 2017 اور 2021 کے درمیان جو منافع حاصل ہوا ہے، اس پر معمولی ٹیکس لگا کر پونے دو لاکھ کروڑ سے زیادہ اکھٹا کئے جاسکتے ہیں جو ہندوستان کے پرائمری اسکولوں کے پچاس لاکھ ٹیچروں کو ایک سال کے لیے روزگار دینے کے لیے کافی ہیں۔ اس رپورٹ میں یہ انکشاف بھی کیا گیا ہے اگر ارب پتیوں کی دولت پر دو فیصد کی شرح سے یکمشت ٹیکس لگایا جائے تو آئندہ تین سال تک غذائی قلت کا شکار لوگوں کی آبادی کو کھانا کھلانے میں مدد ملے گی۔ آکسفوم انڈیا کے سی ای او نے اپنی رپورٹ میں ملک کی سب سے زیادہ مظلوم آبادی کی صورتحال پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ملک میں دلت، آدیواسی، مسلمان، خواتین اور غیر منظّم زمرے کے مزدور ایک جنجال میں پھنسے ہوئے ہیں، جو سب سے امیر لوگوں کی بقاء کے ضامن ہیں۔ انھوں نے کہا کہ غریب زیادہ ٹیکسوں کی ادائیگی کررہے ہیں۔ وہ ضروری اشیاء اور خدمات پر امیروں کے مقابلے میں زیادہ خرچ کررہے ہیں۔ امیروں پر ٹیکس لگانے اور اس بات کو یقینی بنانے کا وقت آگیا ہے کہ وہ منصفانہ حق ادا کریں۔"

یہ پہلا موقع ہے کہ عالمی معاشی فورم نے اپنی رپورٹ میں ہندوستان کی زمینی صورتحال کا جائزہ لے کر یہ ثابت کیا کہ امیروں کی دولت دراصل غریبوں کا خون چوس کر بڑھ رہی ہے۔ آئے دن اخبارات میں یہ خبریں گردش کرتی رہتی ہیں کہ فلاں ہندوستانی صنعت کار نے اپنا نام دنیا کے امیر ترین لوگوں کی فہرست میں درج کرالیا ہے یا فلاں صنعت کار ایشیاء کا سب سے بڑا تاجر بن گیا ہے۔ مگر یہ دولت اور تجارت دراصل غریبوں کی قیمت پر بڑھ رہی اور بدقسمتی سے حکومت اس میں پوری طرح شریک ہے۔ کارپوریٹ ٹیکس میں کمی بھی اسی لیے کی جاتی ہے تاکہ اس کا فائدہ سرمایہ داروں کو پہنچے۔ اس کے برعکس غریبوں کا سب کچھ نچوڑ لیا جاتا ہے۔ جب سے جی ایس ٹی کا لگان شروع ہوا ہے تو ضروریات زندگی کی کوئی شے ایسی نہیں ہے جو اس سے آزاد ہو۔ اس صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے کانگریس صدر ملک ارجن کھڑگے نے درست ہی کہا ہے کہ "بی جے پی حکومت کی معاشی پالیسیوں کی وجہ سے ملک کا عام شہری معاشی نابرابری کی گہری کھائی میں پھنس گیا ہے اور ملک کی بیشتر دولت چند مخصوص لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔" پارلیمنٹ کا اجلاس عنقریب شروع ہونے والا ہے جس میں حکومت نیا بجٹ پیش کرے گی۔ آکسفوم کی چشم کشا رپورٹ کے بعد کیا سرمایہ داروں کی بے تحاشہ دولت میں سے کچھ رقم غربت کا عذاب دور کرنے کے کام میں لائی جائے گی۔ کیا امیروں پر زیادہ ٹیکس عائد کرکے غریبوں کو کچھ راحت دی جائے گی؟

جوہری حملوں سے انسانیت اور ماحولیات کا ناقابل تلافی نقصان

دوسری عالمی جنگ میں جاپانی شہروں پر امریکی جوہری حملوں نے انسانیت اور قدرتی ماحول دونوں ہی کو ملیامیٹ کرکے رکھ دیا۔ تقریباً آٹھ دہائیاں گزر جانے کے بعد بھی ہیروشیما اور ناگاساکی اس تباہی کے اثرات سے باہر نہیں نکل سکے۔ دوسری عالمی جنگ کے ماحول پر اثرات پہلی عالمی جنگ سے بھی زیادہ بھیانک تھے۔ اس جنگ میں انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ جوہری حملے کیے گئے، جس سے نہ صرف ایک لاکھ سے زیادہ انسان آن کی آن میں موت کی آغوش میں چلے گئے بلکہ اس سے ماحولیات پر بھی دورس نتائج مرتب ہوئے۔ اس جنگ کے ماحول پر اثرات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ کئی ماہرین شمالی افریقہ میں ریت کے طوفانوں اور امریکہ کے جنگلوں میں لگنے والی وقت بے وقت آگ کے تانے بانے بھی اس ماحولیاتی بربادی سے جوڑتے ہیں، جو دوسری عالمی جنگ کی وجہ سے رونما ہوئی تھی۔ اس جنگ سے یورپ، جاپان اور اس کے زیر انتظام بحرالکاہل کے جزیرے سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ تباہی کے سب سے زیادہ مناظر یورپ میں نظر آئے جہاں صرف ناروے میں پندرہ لاکھ ایکٹر پر مشتمل علاقے میں موجود جنگلات، فصلیں، گھر اور جنگلی حیات تباہی کا شکار ہوئے۔ جنگ کے دوران جرمن فوج اپنے حریف اتحادیوں کے لیے پیداوار کا کوئی زریعہ باقی نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ لہذا نیدرلینڈز میں جرمن فوجیوں نے زرعی زمین کو نمک والے پانی سے بھگودیا، جس سے اس مقبوضہ ملک کی سترہ فیصد زرعی زمین تباہی کا شکار ہوئی۔ اتحادی افواج نے بھی ماحولیات کا جنازہ نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور انہوں نے جرمنی میں روہر کے علاقے میں دو بڑے ڈیموں کو بمباری کا نشانہ بنایا۔ جرمنی کی پیداواری صلاحیت برباد کرنے کے لیے اور ہٹلر کو اضافی ہتھیاروں اور جنگی ساز وسامان اور آلات کی تیاری سے روکنے کے لئے اتحادیوں نے بھی ہر ماحول دشمن حربہ استعمال کیا۔ جرمن ڈیموں کے تباہ ہونے سے سات لاکھ پچاس ہزار ایکٹر زرعی زمین برباد ہوئی جب کہ بڑے پیمانے پر مال مویشی بھی مارے گئے۔ جرمنی کے خلاف امریکی بمباری کے نتیجے میں چار لاکھ پچاسی ہزار رہائشی عمارتیں مکمل طور پر تباہ ہوئیں اور چار لاکھ پندرہ ہزار رہائش کے قابل نہ رہیں۔ تباہ ہونے والی یہ عمارتیں جرمنی کی مجموعی رہائشی سہولیات کے بیس فیصد حصے پر مشتمل تھیں۔ اس بمباری سے لگنے والی آگ کی حدت اور ہولناکیوں کے سامنے فائر بریگیڈ کا عملہ بھی بے بس تھا۔ بحرالکاہل میں بہت ساری آبی حیات اور انواع اقسام کے دیگر جانور اور پودوں سے بھرپور متعدد جزائر جاپان کے قبضے میں تھے۔ امریکی فوج نے یہاں جو جنگی حربے استعمال کیے، ان سے یہاں کے ماحول کو بہت نقصان ہوا۔ انہوں نے بلڈوزر، آگ کے گولے پھینکنے والے آلات اور ٹینکوں کا بے دریغ استعمال کیا۔ ان جزیروں پر فضائی پٹیوں یا ایئر فیلڈز کے قیام سے نہ صرف جنگلات کو نقصان پہنچا بلکہ اس سے زیر آب مونگے کے جنگلات بھی تباہ ہوئے۔ ان جنگی مہمات میں پرندوں کی کئی اقسام ہلاک ہوئیں اور کئی بعد میں بالکل ہی معدوم ہوگئیں۔ آبی حیات کو بھی اس پوری جنگی مہم نے بری طرح متاثر کیا۔ ایک اندازے کے مطابق بحرالکاہل کی تہہ میں تقریباً ایک لاکھ دس ہزار کلوگرام زہریلی مسٹرڈ گیس پھینکی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ تیل کے بے شمار گیلن بھی بحرالکاہل میں انڈیلے گئے۔ اس طرح انسانوں کے درمیان ہونے والی اس خونریز جنگ نے آبی مخلوق کو بھی خوفناک تباہی کا شکار کیا۔

ماحولیاتی تباہی کے سب سے بھیانک اثرات جاپان میں دیکھنے میں آئے جہاں امریکہ نے ہیروشیما اور ناگاساکی کے شہروں پر جوہری بم گرائے۔ اس کے نتیجے میں ان شہروں کا درجہ حرارت سورج کے اندرونی حصے کی مانند گرم ہوگیا۔ متاثرہ علاقوں میں پانی کے تمام ذرائع آلودہ ہوگئے اور تمام عمارتیں آن کی آن میں ملبے کا ڈھیر ہوگئیں۔ تابکاری کے ذرات زمین اور پانی میں سرایت کرجانے کی وجہ سے زمین درختوں اور جانوروں کے لئے ناکارہ ہوگئی۔ جاپان کے ماحول پر ان دھماکوں کے جو اثرات پڑے، وہ آج بھی ان سے نمٹنے کی کوشش کررہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق جاپان میں جنگلات کا پندرہ فیصد اس جنگ سے تباہ ہوا۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر جوہری حملوں کی وجہ سے بہت سے لوگ امریکہ کی دیگر جاپانی شہروں پر کی گئی خوفناک بمباری بھول گئے۔

جرنل آف جیوگرافیکل ریسرچ کی ایک تحقیق کے مطابق امریکہ نے ہیروشیما اور ناگاساکی سمیت 69 جاپانی شہروں پر بمباری کی۔ جنگی طیاروں سے کی جانے والی اس بمباری کی وجہ سے چار سو اکسٹھ مربع کلومیٹر کا علاقہ آگ کی لپیٹ میں آکر بھسم ہوگیا۔ اس خوفناک جنگ کے نتیجے میں فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کا اخراج بھی بہت بڑھا۔ مثال کے طور پر سن 1750ء میں کاربن کا عالمی اخراج صرف 9.35 میٹرک ٹن تھا، جو 1939ء میں کئی گنا بڑھ کر 4.44 بلین میٹرک ٹن ہوگیا اور 1944ء میں یہ سطح 5.11 بلین میٹرک ٹن تک جا پہنچی۔ 1945ء میں کئی محاذوں پر جنگ بندی ہوچکی تھی لہذا کاربن کا اخراج کم ہوکر 4.24 بلین میٹرک ٹن پر جا پہنچا۔ دوسری عالمی جنگ سے ماحولیات کو پہنچنے والے نقصانات کا ابھی تک صحیح طور پر اندازہ نہیں لگایا گیا ہے کیونکہ جنگ کے معاملات دنیا کے کئی ممالک میں قومی راز سمجھے جاتے ہیں۔ جامعات اور تعلیمی اداروں میں تحقیق کے لئے فنڈز کی ضرورت ہوتی ہے اور کئی تنظیمیں ماحول پر جنگ کی تباہ کاریوں کے اثرات سے متعلق تحقیقاتی مطالعوں کے لیے فنڈز مہیا نہیں کرتیں۔ ان نقصانات پر سائنسی تحقیق کو بھی اور شعبوں کی نسبت اتنی ترجیح نہیں دی جاتی۔

سرد جنگ کے دوران امریکہ اور سوویت یونین نے ان نقصانات کو صحیح معنوں میں عوام تک پہنچنے نہیں دیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے دوان ماحولیات کو پہنچنے والے نقصانات کا مکمل احاطہ کیا جائے۔ اقوام متحدہ، یورپی یونین اور دوسری تنظیمیں اس حوالے سے مالی معاونت فراہم کریں جب کہ بین الاقوامی ماحولیاتی تنظیموں کو بھی اس حوالے سے کام کرنا چاہیے۔ **(عبدالستار؛ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)**

بہار میں اسکولی بچوں کی حاضری میں خوش آئند تبدیلی!

ڈاکٹر مشتاق احمد

بہار کی موجودہ حکومت نے اسکولی تعلیم کو مستحکم کرنے کے لئے نہ صرف اسکولوں کے بنیادی ڈھانچوں کو مستحکم کیا ہے بلکہ داخلے کی شرح میں اضافے کی کوششوں میں بھی کامیاب رہی ہے۔اس کا خلاصہ حال ہی میں پرتھم ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی سالانہ رپورٹ میں ہوا ہے۔واضح ہو کہ اس فاؤنڈیشن نے چار برسوں کے بعد بہار کے پرائمری اور ثانوی درجوں کے اسکولی طلباء وطالبات کی زبان دانی، سائنسی فکر ونظر اور علم الحساب میں ان کی لیاقت کی سچائی جاننے کے لئے سروے کرایا تھا۔اس میں یہ خوش آئند اور خوشگوار تبدیلی عیاں ہوئی کہ ریاست کے اسکولوں میں چھ سے چودہ سال کی عمر کے بچوں کے شرح داخلہ میں خوشگوار اضافہ ہوا ہے۔اس فاؤنڈیشن نے 2018ء میں سرکاری اسکولوں میں 78.1 فیصد بچوں کے داخلے کی رپورٹ شائع کی تھی جبکہ 2022ء کی رپورٹ میں فاؤنڈیشن نے یہ اجاگر کیا ہے کہ سرکاری اسکولوں میں مذکورہ عمر کے 82.2 فیصد طلبہ نے داخلہ لیا ہے۔مجموعی طور پر ریاست کے سرکاری اسکولوں میں 98 فیصد بچے داخل ہوئے ہیں۔دراصل نتیش کمار نے اسکولی طلباء وطالبات کے لئے کئی طرح کی خصوصی اسکیمیں چلائی ہیں۔مثلاً سائیکل اسکیم، پوشاک اسکیم اور وظیفے کا آغاز وغیرہ، جس کی وجہ سے متوسط غریب اور دلت طبقے کا رجحان سرکاری اسکولوں کی طرف بڑھا ہے، ساتھ ہی حالیہ دنوں میں سرکاری اسکولوں میں اساتذہ کی کمیوں کو دور کرنے کی بھی پہل ہوئی ہے جس کی وجہ سے سرکاری اسکولوں میں داخلے کی شرح میں اضافہ نظر آرہا ہے۔

واضح ہو کہ فاؤنڈیشن نے پوری ریاست میں 38 اضلاع کے 1140 گاؤں اور 22796 گھروں کا سروے کیا اور کل 52959 بچوں سے مکالمہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حالیہ دنوں میں ریاست بہار کے سرکاری اسکولوں کی تعلیمی فضا قدرے بہتر ہوئی ہے اور خصوصی طور پر حساب اور انگریزی کی طرف توجہ دی جا رہی ہے۔لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ نجی اسکولوں کے مقابلے سرکاری اسکولوں کے طلبہ نجی کوچنگ کی جانب بھی متوجہ ہوئے ہیں اور اس رجحان میں قدرے زیادہ ہی اضافہ ہوا ہے کیوں کہ 2018ء کے سروے میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ 62.2 فیصد طلبہ نجی کوچنگ کا سہارا لیتے ہیں جبکہ حالیہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 71.7 فیصد طلبہ کوچنگ کا سہارا لے رہے ہیں۔اس سے قبل بھی کئی رضا کار تنظیموں نے سرکاری اور غیر سرکاری اسکولوں کے طلبہ کی ذہنی پرداخت کا سروے کرکے اس حقیقت کو عیاں کیا تھا کہ سرکاری اسکولوں میں زیر تعلیم متوسط اور دلت طبقے کے بچوں کو اگر اسکول میں ہی خصوصی کوچنگ دی جائے تو وہ غیر سرکاری نجی اسکولوں کے طلبہ سے اپنی بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرسکیں گے۔مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوسکا جس کی وجہ سے نجی کوچنگ کی طرف اسکولی بچوں کا رجحان بڑھا ہے۔میرے خیال میں حکومت بہار جس طرح سرکاری اسکولوں کے بنیادی ڈھانچوں کو مستحکم کرنے کیلئے اور اساتذہ کی کمیوں کو دور کرنے کیلئے خصوصی مہم چلا رہی ہے اسی طرح غریب اور دلت طبقے کے بچوں کیلئے اسکولی وقت کے بعد خصوصی کوچنگ کا اہتمام کرے تو نتیجہ اور بھی بہتر ممکن ہے کیوں کہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بہار کے پرائمری اور ثانوی اسکولوں کے اساتذہ کو غیر تدریسی سرکاری کاموں میں بھی لگایا جاتا ہے جس کی وجہ سے درس وتدریس کا کام متاثر ہوتا ہے اور جس کا خسارہ سرکاری اسکولوں میں داخلہ لینے والے طلبہ کو اٹھانا پڑتا ہے اور مجبوراً وہ طلبہ نجی کوچنگ کا رخ کرتے ہیں۔اسلئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسکولی تعلیمی نظام کو مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ معیار تعلیم پر بھی توجہ دینی ہوگی کیوں کہ جب تک پرائمری اور ثانوی اسکولوں میں معیاری تعلیم کا نظم نہیں ہوگا، اس وقت تک ہمارے طلبہ کے اندر افہام وتفہیم کی قوت مستحکم نہیں ہوسکے گی اور ان کی علمی صلاحیت میں بھی اضافہ نہیں ہوسکتا۔اس حقیقت سے تو ہم سب واقف ہیں کہ اسکولی سطح پر ہی طلبہ کی ذہنی نشو ونما ہوتی ہے اور ان کے اندر سیکھنے کی قوت پختہ ہوتی ہے اور اسی کی بنیاد پر وہ اعلیٰ تعلیم کے مراحل بھی طے کرتے ہیں۔اگر بنیاد کی اینٹ کمزور ہوگی تو پھر عمارت کا متزلزل ہونا فطری عمل ہوتا ہے اسلئے وقت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ریاست بہار کے سرکاری اسکولوں کے داخلہ شرح میں خوشگوار اضافہ ہوا ہے تو ان اسکولوں میں معیار تعلیم کی طرف بھی خصوصی توجہ ہونی چاہئے اور اس میں اسکولی اساتذہ ہی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

اگر اساتذہ چاہیں تو غریب، پسماندہ اور دلت طبقے کے طلبہ کیلئے اسکولی فرائض کے ساتھ ساتھ طلبہ کی ذہنی نشو ونما کیلئے خصوصی اقدامات بھی کرسکتے ہیں اور مستقبل کیلئے کوئی ٹھوس لائحہ عمل بھی تیار کرسکتے ہیں، کیوں کہ بہار کے پسماندہ علاقے کے طلبہ کیلئے سرکاری اسکول ہی ایک ذریعہ تعلیم ہے۔نجی اسکولوں کی فیس ادا کرنے کی قوت سے محروم طبقے کیلئے سرکاری اسکول ہی ایک سہارا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ سرکاری اسکولوں میں بھی بہتر صلاحیت کے اساتذہ موجود ہیں لیکن حالیہ دہائی میں سرکاری اسکولوں کے تئیں منفی نظریہ عام ہوا ہے جس سے باصلاحیت اساتذہ کی حوصلہ شکنی بھی ہوئی ہے۔اسلئے اسکولی اساتذہ کو اپنی ساکھ مستحکم کرنے کیلئے خصوصی کدو کاوش کرنی ہوگی تاکہ سرکاری اسکولوں کی جو شبیہ مسخ ہوئی ہے اس کی تاریخی حیثیت واپس ہو کیوں کہ محض دو تین دہائی پہلے تک سرکاری اسکولوں کے طلباء زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنی شناخت مستحکم کرنے میں کامیاب ہوتے تھے اور ریاستی اور قومی سطح کے مقابلہ جاتی امتحانات میں ان کی تعداد ہی قابلِ فخر ہوا کرتی تھی۔

مختصر یہ کہ حالیہ رپورٹ نے یہ ثابت کردیا ہے کہ اگر حکومت سرکاری اسکولوں کے تاریخی وقار کو واپس لانا چاہے تو وہ ناممکن نہیں ہے کیوں کہ سرکاری اسکولوں میں داخلے کی شرح میں اضافہ ہونا، ایک خوشگوار مستقبل کی علامت ہے۔اب حکومت کو چاہئے کہ ان اسکولی طلبہ کو وقت پر نصابی کتابیں دستیاب کرائے کیوں کہ نصابی کتابوں کے فقدان کی خبریں آتی رہتی ہیں۔اگر طلبہ کو بروقت کتابیں دستیاب نہیں ہوں گی تو پھر اساتذہ کی کوششوں کے باوجود خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہونا ناممکن ہے۔ اگرچہ حکومت کی طرف سے بھی اعلان کیا گیا ہے کہ تمام سرکاری اسکولوں کے طلبہ کیلئے نصابی کتابیں تیار کرائی جارہی ہیں اور اس بار داخلے کے ساتھ ہی کتابیں مہیا کرائی جائیں گی مگر کتابوں کی تقسیم کو یقینی بنانے کا کام سرکاری عملوں کے سر ہوتا ہے۔اکثر یہ شکایت بھی ہوتی رہی ہے کہ کتابیں تو وقت پر شائع ہوجاتی ہیں مگر اسکولی طلبہ کو بروقت کتابیں نہیں ملتیں اور سرکاری دفاتر میں ہی کتابیں رکھی رہ جاتی ہیں۔اگر طلبہ کو بروقت کتابیں پہنچانے کی کوششیں بارآور ہوئیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ریاست بہار کے سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے غریب، پسماندہ اور دلت طبقوں کے طلباء کی تصویر اور تقدیر دونوں بدل جائے گی۔

وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا

نازیہ آفتاب (نئی دھلی)

دنیا کی ہر شئ اپنے کام میں مشغول ہے، جس کا جو کام ہے وہ اپنے کام میں مصروف ہے، سورج اپنے وقت پر طلوع اور غروب ہوتا ہے، وقت اپنے رفتار کے ساتھ گذر رہا ہے، روز صبح ہوتی ہے، پھر شام ہوجاتی ہے، ہر چیز مسلسل وقت کو گنوائے بغیر اپنے کام میں ہمہ تن مصروف ہے؛ لیکن ایک انسان ہے، جو اپنا سب سے قیمتی سرمایہ ''وقت'' کو استعمال کرتا ہے اور خود انہیں بھی پتہ نہیں چلتا۔لوگ اپنی زندگی میں مشغول ہیں؛ لیکن جب وقت کا خیال آتا ہے، ان کی نگاہیں گھڑی اور کلنڈر پر مرکوز ہوجاتی ہیں، جس سے مدت کا شمار ہوتا ہے، حالانکہ یہ وقت کا سطحی نظریہ ہے، انسان کو کوئی شغل کرنا ہوتا ہے، تو وہ وقت دیکھتا ہے، اگر اس کو کام کرنے کا نشانہ ملتا ہے، تو وہ اپنے اہداف کو اسی نشانے کے تحت پورا کرنے کی سعی کرتا ہے، لیکن انہیں یہ یاد رہتا کہ اگر مجھے کوئی کوئی کام ملا ہے اگر اس کا وقت متعین ہے، اس کام کو جلد از جلد کم وقتوں میں مکمل کرکے پھر دوسرے کام کو شروع کیا جائے، اس سے فائدہ ہوگا، کیونکہ وقت ایسا سرمایہ ہے جو چلے جانے پر دوبارہ واپس لوٹ کر نہیں آتا۔

خداوند قدوس کی اس عظیم نعمت کو ہم لوگ کس ناقدری کے ساتھ استعمال کرتے ہیں، یہ خود ہمیں معلوم ہے، لیکن کبھی اس کا حساب وکتاب نہیں رکھا، ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ آج ہم جو کچھ بھی کررہے ہیں یہ سب وقت کے اندر ہو رہا ہے، اور یہ وقت اللہ کی نعمت ہے، اس کا ہر جز ئیہ، ہر ساعت، ہر منٹ، ہر لمحہ، ہر پل کا حساب دینا ہوگا۔آج ہم سب دیکھتے ہیں، پڑھتے ہیں اور سنتے بھی ہیں کہ ہر کامیاب شخص کے پیچھے یہ راز ضرور پوشیدہ ہے کہ انہوں نے اپنے عظیم سرمایہ، یعنی وقت کو گنوائے بغیر اپنے عمل کی تکمیل میں مصروف رہے ہیں، جب جاکر دنیا نے ان کی عظمتوں کو سلام کیا ہے، ان لوگوں نے اپنے آپ کو ساعت اور منٹ کے حصار میں یا پھر نشانے تک محدود ومقید نہیں کیا، بلکہ وہ تو ہر کام کی تکمیل کو سکنڈ سے بھی کم وقت میں کرنے کی سعی اور تمنا کرتے رہے ہیں۔

جن لوگوں کو وقت کی قدر ہوتی ہے، ایسے لوگ وقت کی گہرائی میں جاکر زندگی کی قدر و قیمت کا تعین کرتے ہیں، ان کی زندگی کا وقت گھڑی اور کلنڈر میں مقید نہیں ہے، بلکہ مقصد کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف رہتا ہے۔

انسانی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جو فرد، گروہ، یا قوم اس اعلیٰ صفت سے خالی رہی یعنی وقت کی قدر کو نہیں پہچانی وہ پستی کا شکار اور خسارے میں رہی ہے، یا پھر مٹ گئی ہے، جو زمانہ یا وقت گذر گیا، یا گذر رہا ہے وہ ماضی کی داستان پارینہ بن جائے گا، اس سے اب کچھ نہیں ملنے والا ہے، لیکن جو وقت مل رہا ہے، اس سرمایہ کو اگر انسان اپنے فائدے، یا قوم کی تعمیری، دعوتی، اصلاحی، فکری کام میں ان اوقات کو نہیں گذارتا ہے تو وہ خسارے کا سودا کرتا ہے اور اپنے مٹنے کی راہ پر گامزن ہے۔یعنی وقت وہ سرمایہ ہے، جس کے صحیح استعمال کرنے والوں کو زندہ جاوید بنادیتی ہے۔ناقدری کرنے والوں کو فراموش اور کف افسوس ملنے پر مجبور کردیتی ہے۔

آج جس امید سے، جوش وجذبہ، عزم کے ساتھ طلباء وطالبات یونیورسٹی، کالجز کے اندر داخلہ لیتے ہیں، تاکہ وہ صحیح وقت کا استعمال کرکے اپنی الگ شناخت بنائیں، ملک کی قوم کی خدمت کریں، لیکن بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑرہا ہے کہ وہ یونیورسٹی یا کالجز میں آنے کے بعد اپنے سمت کو بھول جاتے ہیں، کیا کرنا چاہیے کیا کرتے ہیں، جو وقت انہیں کتابوں کے مطالعے، لائبریری میں صرف کرنا چاہیے، وہ ان اوقات کو پارکوں، کینٹین، تفریح گاہوں، فیس بک پر فضول صرف کرتے ہیں، ان سے پھر کوئی کیا امید کرے، انہیں تو احساس بھی نہیں رہتا کہ میں کتنے قیمتی سرمایہ کو فضول خرچ کررہا ہوں، سال کے 360 دن اور ایک دن کے 24 گھنٹے وہ کہاں اور کس مشغولیت میں صرف کرتے ہیں، ان کا خود کبھی احتساب بھی نہیں کرتے، انہیں اندازہ بھی نہیں کہ کتنا وقت یاد الٰہی اور کتنا وقت نماز یا دیگر عبادات کے لئے نکالتے ہیں کتنی دیر خدمت خلق میں مصروف رہتے ہیں، کتنا وقت دردمندوں کی غم خواری اور بیکسوں کی دست گیری میں صرف کرتے ہیں۔

ہمیں اس بات کو سوچنا ہوگا، سمجھنا ہوگا، اپنے آپ سے پوچھنا ہوگا، کہ ہم سارا دن دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق، ساری ساری رات، جلسوں میں بسر کرتے ہیں، غیر ضروری لغویات کے پیچھے ضروری سے ضروری اور اہم سے اہم کام کو چھوڑ دیتے ہیں، غیبت ونکتہ چینی، رشک وحسد، کذب ومبالغہ، فخر وغرور، خوشامد وسخن سازی، نفس پرستی وعیش پرستی میں گذر رہی ہے، کیا ان کے بابت کوئی باز پرس نہ ہوگی۔زندگی کی جو سانسیں غفلت وسرمستی کے عالم میں گذرتی رہتی ہے، کیا ان پر مواخذہ نہ ہوگا! ہوگا! ضرور ہوگا! پوچھ بھی ہوگی، مواخذہ بھی ہوگا، اس کی قدر و قیمت کا احساس بھی ہوگا لیکن اس وقت جب یہ عظیم سرمایہ آپ کے ہاتھوں سے نکل چکا ہوگا، آپ کسی کام کے لائق نہیں رہیں گے، کف افسوس مل رہے ہوں گے۔نگاہوں کے سامنے وقت کے صحیح استعمال کرنے والے لوگ ہوں گے۔لیکن یاد رہے کہ اس وقت خون کے آنسو رونے سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوگا، یہ سرمایہ واپس نہیں مل سکیں گی اور آپ کو پوچھنے والا بھی کوئی نہ ہوگا، یہاں تک کہ طعنے دے کر سب سامنے سے گذر جائیں گے۔

اسی لئے کسی نے کہا ہے: ''گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں'' وقت چلتا ہے، چلا جاتا ہے، ہم سے میلوں دور نکل جاتا ہے، پھر ہمیں خیال آتا ہے، پھر کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے، ہمیں وقت کی قدر کرنی چاہیے۔ہر منٹ، ہر سکنڈ کو زندگی کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔پھر کیا معلوم ہم سے زندگی جدا ہوجائے اور ہم کچھ نہ کرسکے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو
تیری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

مسلم سائنسدانوں کے روشن کارنامے

تاریخ شاہد ہے کہ جس وقت یورپ پر تاریکی کے بادل چھائے ہوئے تھے اور بحیثیت قوم دنیاوی ترقی سے کوسوں دور تھے اس وقت مسلمان سائنسی دریافت اور ایجادات کے روشن باب تحریر کر رہے تھے۔ سائنسی علوم کے فروغ میں اسلامی تعلیمات اور مسلم سائنسدانوں کے کارنامے نا قابل فراموش ہیں، بلکہ اگر مسلم سائنسدانوں کو دور جدید کے سائنس کا بانی اور ایجادات کا موجد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نہیں کہ اسلام نہ صرف مکمل ضابطہ حیات بلکہ دین فطرت بھی ہے جو ہمیں فطرت کے اسرار کو سمجھنے اور اسے تسخیر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے جب تک مسلمانوں نے اپنے گرد و پیش کا بغور جائزہ لینے اور قرآنی تعلیمات سے ہدایتیں حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا وہ نہ صرف کامیاب و کامران رہے بلکہ دنیا ان کے قدموں میں رہی۔ مسلمانوں کا ہزار سالہ انقلابی دور اس بات کا گواہ ہے مگر تعلیم سے بڑھتی ہوئی دوری، عیش پرستی اور قرآن مقدس سے کمزور ہوتے ہوئے رشتوں کے نتیجے میں طوفان کی طرح اٹھ کر پوری دینا پر چھا جانے والی قوم کا ذلت اور رسوائی مقدر بنتا چلا گیا۔ علاوہ ازیں اندلس سے عیسائیوں کے ذریعہ مسلمانوں کو نکالا جانا، ہلاکو کے ذریعہ بغداد کی تباہی، قاہرہ کی الازہر یونیورسیٹی کی لائبریری میں کتابی شکل میں موجود بیش قیمتی اور بے پناہ علمی خزانوں کا نذر آتش کیا جانا اور خود مسلمانوں کے اندر مسلکی اختلافات کا حد سے زیادہ پروان چڑھنا بھی زوال کے اہم اسباب ہیں، جن کا سیدھا اثر مسلمانوں کی سماجی و معاشی زندگی پر پڑا اور مسلمان علمی و سائنسی میدان میں پچھڑتے چلے گئے جس کا سلسلہ آج تک قائم ہے۔ دور حاضر کی سچائیوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ اب یورپ سائنسی اعتبار سے مسلمانوں سے صدیوں آگے نکل چکا ہے لیکن اسلام کے زریں عہد کے محققین، مفکرین، ماہرین علوم اور سائنسدانوں کی ایجادات پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیگی کہ ان ایجادات نے انسانی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا تھا اور نہ صرف اس دور کے لوگ ان ایجادات وانکشافات سے فیضیاب ہوئے بلکہ جدید دور کی سائنسی ترقی کی بنیاد بھی بنی۔ نئی نسل کو مسلمانوں کے اس روشن ماضی سے روشناس کرانے اور ان کے اندر بھی سائنسی ذوق و شوق پیدا کرنے کے مقصد کے تحت چند عظیم مسلم سائنسدانوں کے اہم کارناموں اور ایجادات کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے:

جابر بن حیان: ابوموسیٰ جابر بن حیان تاریخ کا سب سے پہلا کیمیا داں تھے۔ وہ نہ صرف کیمیا کے تمام عمل و تجربات سے واقف تھے بلکہ ان پر مکمل عبور بھی رکھتے تھے۔ اسی بنیاد پر انہیں بابا کیمیا بھی کہا جاتا ہے۔ علم کیمیا کے علاوہ آپ ماہر ادویات، ماہر طبیعات، ماہر فلکیات ہونے کے ساتھ مفکر اور فلسفی بھی تھے۔ علم ادویہ اور علم الہیت پر ان کی تحقیقات جدید سائنس میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ جابر بن حیان وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے نائٹرک ایسڈ اور ہائیڈروکلورک ایسڈ کے علاوہ سونا جیسے سخت دھات کو گلانے والا کیمیائی مادہ آب سلطانی (Aqua Rigia) پہلی بار تیار کیا تھا۔ فولاد کی تیاری، چمڑے کی رنگائی، شیشے کے ٹکڑے کو رنگین بنانا، لوہے کو زنگ سے بچانا، موم جامہ بنانا اور خضاب تیار کرنے کا طریقہ ان ہی کی ایجاد ہے۔

الخوارزمی: محمد بن موسیٰ الخوارزمی ایران سے تعلق رکھنے والا ماہر ریاضیات، فلکیات اور علم نجوم کے علاوہ جغرافیہ کے علم میں مہارت رکھتے تھے۔ یہ دنیا کے پہلے شخص تھے جنہوں نے حساب اور الجبرا میں فرق بتایا اور الجبرا کو باقاعدہ ریاضی کی صنف کے طور پر متعارف کرایا اسی لئے انہیں بابائے الجبرا بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ریاضی کی ایک شاخ Trignomentry اور جغرافیہ پر بھی بڑے کام کئے اور کسی بھی مقام کا طول البلد اور عرض البلد معلوم کرنے کا طریقہ بھی بتایا۔ ریاضیات پر ان کی معرکۃ الآرا کتابیں موجود ہیں جن کے ترجمے دوسری زبانوں میں بھی کئے گئے۔

الکندی: دنیائے عرب کا بابائے فلسفہ کہلانے والے یعقوب بن اسحاق الکندی کا شمار دنیا کے اولین حکماء اور فلسفیوں میں ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ریاضیات، طب، فلکیات، طبعیات، کیمیا اور موسیقی پر بھی ان کی پکڑ بہت مضبوط تھی۔ مذکورہ تمام موضوعات پر مشتمل 260 کتابوں کے وہ مصنف بھی ہیں۔

ابو القاسم الزہراوی: علم طب کے ماہر ابوالقاسم الزہراوی جدید آپریشن کے موجد، طبیب اور ماہر جراح تھے۔ آپریشن میں استعمال ہونے والے 200 سے زائد سرجیکل آلات ان ہی کی ایجاد ہے۔ جن میں کان کے اندرونی حصوں کا مطالعہ کرنے والا آلہ، حلق میں پھنسی ہوئی کسی چیز کے نکالنے کا آلہ اور جانوروں کی ہڈیوں سے نقلی دانت بنانے کا طریقہ شامل ہے۔ علم طب پر 30 جلدوں پر مشتمل انسائیکلو پیڈیا کتاب التسریف (Kitab-al-Tasrif) ان کا بڑا کارنامہ ہے۔

بوعلی سینا: بوعلی سینا دنیا کے سب سے عظیم ریاضی داں اور حکیم کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں اور طب کے ابتدائی دنوں کے بانی بھی تصور کئے جاتے ہیں۔ طب کے ساتھ علم کیمیا، علم طبیعات اور علم نجوم پر دسترس رکھنے والے بوعلی سینا مفکر و مصنف بھی تھے۔ علم طب پر ان کی بہترین کتاب ''دواؤں کے بنیادی اصول'' علاج و معالجہ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ مختلف علوم پر ان کی 240 کتابیں موجود ہیں۔

محمد بن ذکریا الراضی: محمد بن ذکریا الراضی ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے جو ماہر طب ہونے کے ساتھ ماہر کیمیا، ماہر طبیعات اور اعلیٰ پایہ کے فلسفی تھے۔ انہیں طب اطفال اور نفسیاتی علاج کا بابا آدم بھی کہا جاتا ہے۔ چیچک اور خسرہ جیسی بیماریوں سمیت دیگر بیماریوں کے علاج اور دواؤں پر ان کی 30 کتابیں موجود ہیں۔ کئی قسم کے الکوحل اور تیزاب بھی تیار کر کے دنیا والوں کے سامنے پیش کئے۔

الفارابی: ابونصر الفارابی فلسفی اور قاضی ہونے کے ساتھ ماہر ریاضی داں، ماہر اخلاقیات، ماہر نجوم اور اچھے موسیقار بھی تھے۔

ڈاکٹر اے پی جے عبد الکلام: ملک عزیز ہندوستان کے ایٹمی پروگرام کے خالق ڈاکٹر ابو الفاخر زین العابدین عبدالکلام دور حاضر کے ایسے عظیم سائنسداں تھے جنہوں نے ملک کو دفاعی میدان میں محفوظ بنانے کے ساتھ خلائی سائنس میں خود کفیل بنانے اور قابل احترام مقام عطا کرنے میں نا قابل فراموش کارنامے انجام دیے ہیں۔ ان کی خداداد صلاحیتوں اور عظیم کارناموں کی بنا پر انہیں میزائل مین کے خطاب سے نوازے جانے کے ساتھ صدر جمہوریہ ہند جیسے باوقار عہدہ سے بھی سرفراز کیا گیا۔ بے حد سادگی پسند ملک کے اس عظیم سائنسداں تو سبھوں میں مقبول اور قابل احترام تھے مگر ملک کے مستقبل یعنی بچوں سے انہیں از حد لگاؤ تھا اور بچے یعنی طلبہ بھی انہیں حد درجہ پیار کرتے تھے۔ اس عظیم شخص نے طلبہ کے ایک پروگرام میں ان سے خطاب کے دوران ہی دل کا دورہ پڑنے سے اس جہاں آب و گل کو خیر باد کہہ دیا۔ ان کی خود نوشت کتاب ''دی ونگس آف فائر'' اور ''اگنی کی اڑان'' ایسی کتابیں ہیں جو نہ صرف ان کے حالات زندگی اور جد و جہد کا احاطہ کرنے کے ساتھ نوجوانوں کے اندر جوش و خروش پیدا کرنے اور ملک کی خدمت کا جذبہ بیدار کرنے میں معاون و مددگار ہیں۔

اوپر ذکر کئے گئے مسلم سائنسدانوں اور ان کی ایجادات پر ہی باتیں مکمل نہیں ہو جاتیں۔ یہاں یہ بتا دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ دنیا کا پہلا پن ہول کیمرہ مسلم سائنسداں ابن الہیثم کی ایجاد ہے۔ اس کے علاوہ پیراسوٹ کا موجد عباس ابن فرناس، شمشی کلینڈر کا موجد عمر خیام، دیوار گھڑی کا موجد محمد ابن علی فراسانی اور وائنڈ کلاک انجینئر المادی کی محنتوں اور کاوشوں ہی سے عالم وجود میں آئے ہیں۔ ماضی میں مسلم سائنسدانوں نے ایجادات وانکشافات میں قابل قدر کارنامے انجام دیئے، وقت کا تقاضا ہے کہ آج بھی ہم اس میدان میں آگے بڑھیں اور ترقی پذیر قوموں کی صف میں کھڑے ہوں۔

امارت اور اکابر امارت

از حسن شبیر گودھروی

اک ادارہ ملک بھر میں منفرد ہے شان میں
اک صدی کے بعد بھی، وہ ہے جواں ہر آن میں

بوالمحاسن حضرتِ سجاد جس کے تاجدار
جن کی کوشش اور لگن سے یہ ہوا ہے شاندار

فیض اسکا پھیلتا ہی جا رہا ہے ہرطرف
عدل کی تاثیر سے ہوتا ہے ظالم برطرف

ہیں امارت کے نگیں وہ، مفتیِ عبد الصمد
جنکی علمی کاوشوں کی، ہے امارت اک سند

جس نے اپنا خون دے کر یہ شجر تازہ کیا
اور رخسارِ قضا پر علم کا غازہ دیا

منت اللہ اس چمن کے، تھے جفاکش باغباں
جاں فشانی سے کیا ہے، اس چمن کو گل فشاں

روح پھونکی اس ادارے کے خمیرِ خام میں
کر خدا ظاہر تو برکت اس کے ہر ہر کام میں

کیا نظامت تھی نظام الدین کی؟ کس کو خبر؟
میرے پیارے! یہ چمک ہے، انکی کاوش کا اثر

کیسے بھولے گا زمانہ اُس مجاہد کا نشاں
جس کی محنت کو بیاں کرتی ہے ہر گل کی زباں

تھا وہ میدانِ قضا کا اک بہادر شہسوار
جس کی نُدرت کی گواہی دے رہے سب ہونہار

وحدتِ امت کی خاطر وہ بہت بیتاب تھا
مرغِ بسمل کی طرح تھا، ماہیٔ بے آب تھا

رحمتِ حق اس کی روح کو دے سکونِ جاوداں
جو محبت کی زباں تھا، تھا اخوت کا بیاں

کیوں ولی کو بھول جائیں؟ یہ تو ہوسکتا نہیں
جس کی بیباکی کے آگے سرنگوں تھے کمتریں

جس نے للکارا، لتاڑا ہر سگِ ایوان کو
یاد رکھیں گے سبھی، اِس صاحبِ ایمان کو

کارواں کے میر ہیں اب احمدِ فیصل ولی
جن کی نگرانی میں یاں پر کِھل رہی ہے ہر کلی

ہیں یہاں شمشاد رحمانی سپوتِ با وفا
جن کی فکری استقامت بے مثل ہے، پر صفا

قاضیٔ اُنظار عالم کی قیادت بے مثال
دوربیں، انجام بین و پاک طینت، خوش خصال

شیخ شبلی کی نظامت کے ہیں جلوے ہر طرف
ہو امارت کی ترقی بس یہی انکا ہدف

اور ثناء کے علم کی ہے چہار جانب روشنی
جن کے خامہ کی سیاہی سے رواں ہے چاشنی

ہیں وصی احمد حدی خواں کاروانِ شوق کے
اور سہیل اختر مداوا کاروانِ ذوق کے

ہے دعا عاجز حسنؔ کی کارواں چلتا رہے
کارواں چلتا رہے اور یہ چمن پھلتا رہے

اسلام میں کشش کے اسباب

نومسلموں کے تاثرات کی روشنی میں

مولانا احمد ومیض ندوی

گذشتہ پچاس سال کے دوران ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے، دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے ان خوش نصیبوں میں اکثر تعلیم یافتہ اور علم وتحقیق کے شناور ہیں، انہوں نے کسی مسلمان کی دعوت سے متأثر ہوکر دین قبول نہیں کیا بلکہ از خود اسلامی تعلیمات اور فکر اسلامی کے گہرے اور تقابلی مطالعہ کے بعد اسلام میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کا اندازہ، ان کے تأثرات سے لگایا جاسکتا ہے، اسلام میں داخل ہونے والے سائنس دانوں اور محققین نے اسلام کے بارے میں اپنے جن تأثرات کا اظہار کیا، ان سے اسلام کی ان خصوصیات کا علم ہوتا ہے جو غیروں کے لئے کشش کا باعث بنتی ہیں، اس طرح دعوتی عمل میں غیر معمولی کامیابی ملنےلگتی ہے، مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کے درمیان دعوت دین کے لئے داعی کو جو چیز پیش نظر رکھنی ہوتی ہے، وہ اسلام کی مختلف خصوصیات میں سے چند کا انتخاب ہے، مدعو کی نفسیات اور مذہبی پس منظر کی روشنی میں اسلام کی ان چیزوں کو پیش کیا جانا چاہیے جو اس کے حال کے مطابق ہوں، اس بات کا تجربہ نومسلموں اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے نئے مسلمانوں کے تأثرات کو پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دعوتی تحریکوں نے ہمیشہ سے نومسلموں کے تأثرات کو شائع اور انہیں محفوظ کرنے کا اہتمام کیا ہے، نئے اسلام قبول کرنے والوں سے باقاعدہ انٹرویوز اسلئے لئے جاتے ہیں تاکہ داعیوں کے لئے سہولت ہو، اور وہ ان خیالات کی روشنی میں دعوتی عمل جاری رکھیں، نومسلموں کے تأثرات پر مستقل کتابیں مرتب کی گئی ہیں۔ ذیل کی سطروں میں مختلف عناوین کے تحت نومسلموں کے تاثرات پیش کئے جارہے ہیں تاکہ داعی حضرات کے لئے استفادہ کا دروازہ کھل جائے۔

عقیدہ توحید کی سادگی: محمد عبداللہ (سابق ڈونالڈ رکویار) امریکن شاعر، ناقد اور مشہور صحافی ہے، جس نے عیسائیت میں اطمینان نہ پاکر اسلام کو اختیار کرلیا تھا، اسلام کے بارے میں اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے: کئی ایک عوامل ہیں جنہوں نے مجھے اسلام کی طرف راغب کیا، کچھ ظاہری ہیں اور کچھ باطنی، ان میں سے کئی ایک وہ ہیں جن کا میں الفاظ میں اظہار نہیں کرسکتا، جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متأثر کیا، وہ اسلام کے عقیدہ توحید کی سادگی ہے، اس عقیدہ میں کوئی معمہ اور رموز کے قبیل کی کوئی چیز نہیں، جو انسانی فہم سے بالاتر ہو، ایمان کا اصل اللہ کی کائنات میں غور وفکر ہے، کائنات میں پایا جانے والا بے مثال نظام آدمی کو خدائے واحد پر ایمان لانے پر مجبور کرتا ہے۔

جسم و روح کے درمیان توازن: مریم ہاد (سابق روزمائی) عیسائی گھرانے میں پرورش پانے والی انگریز صحافی ہے، جس نے عیسائیت سے عدم اطمینان اور اسلام میں اپنے دیرینہ شبہات کے تسلی بخش جواب پانے کے بعد 1977ء میں اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا تھا، اور جو فی الوقت کویت سے نکلنے والے انگریزی روزنامہ عرب ٹائمز سے وابستہ ہیں، اسلام کے بارے میں تأثر کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں: میں نے اسلام میں جسم وروح کے لاینحل عقدہ کا حل پایا، جو مجھے عرصہ سے پریشان کررہا تھا، اسلام سے میری وابستگی کے بعد مجھے اس حقیقت کا علم ہوا کہ روح کی طرح ہم پر ہمارے جسم کا بھی حق ہے، اور یہ کہ اسلام کی نظر میں انسان کی جسمانی ضروریات فطرت انسانی میں داخل ہیں، جن کی جائز تکمیل ضروری ہے، فطری تقاضوں کو برے اور گندے قرار نہیں دیا جاسکتا، ایک انسان کے فطری اور طاقت ورڈگر پر زندگی گذارنے کے لئے روحانیت کے ساتھ جسمانی تقاضوں کی تکمیل بھی ضروری ہے، لیکن جسمانی ضروریات کی تکمیل کے لئے اسلام انسان کو آزاد نہیں چھوڑتا، بلکہ اس کے لئے کچھ حدود وقیود متعین کرتا ہے، مثلاً جنسی ضرورت کی تکمیل کے لئے اسلام نکاح کا نظام پیش کرتا ہے، دوسری طرف روحانی تقاضوں کی تکمیل کے لئے نماز وروزہ اور دیگر عبادات ہیں، جسم وروح کا یہی وہ توازن ہے جو کامیاب انسانی زندگی کے لئے ضروری ہے۔

دیگر آسمانی مذاہب کا احترام: ہندوستان پر برطانوی سامراج کے دوران عیسائیت سے اسلام میں داخل ہونے والے ''بیجی درووڈ ویک'' کہتے ہیں: اسلام میں جو بات مجھے سب سے زیادہ بھلی لگی وہ یہ ہے کہ وہ دیگر آسمانی مذاہب کی اصلیت کو تسلیم کرتا ہے اور اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ یہ مذاہب ہر طرح کی تحریف کے باوجود آسمانی ہیں، اسلام کا موقف عیسائیت کے موقف سے بدرجہا بلند ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ مسیحیت کے سوا تمام مذاہب بت پرست ہیں۔

عقل پر زور: پروفیسر ہارون مصطفیٰ لیون جنہوں نے 1892ء میں اسلام قبول کیا، اسلام کے امتیازات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں: اسلام کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی بنیاد عقل پر قائم ہے، وہ اپنے ماننے والوں سے عقل کو بالکلیہ طور پر رد کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا برخلاف دوسرے مذاہب کے، وہ اپنے پیروکاروں کو متعینہ اقدار تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں، جب کہ وہ عقل سے کسی طرح ہم آہنگ نہیں ہوتے۔ اسلام کی تعلیمات عقل سے ٹکراتی نہیں، اگر بظاہر کہیں عقل سے موافقت سمجھ میں نہیں آتی تو یہ عقل کی نارسائی ہے، نہ کہ اسلام کی غیر معقولیت۔

عملی پہلو: ایک مغربی جوان اسلام قبول کرنے کے بعد کہتا ہے: اسلام کا جو امتیاز سب سے زیادہ میرے لئے کشش کا باعث بنا وہ اسلام کا عملی پہلو ہے، اسلام میں ہر چیز کا ایک نظام اور قانون ہے اسی طرح لوگوں پر عائد کئے جانے والے مذہبی احکامات کے اخلاقی مقاصد ہیں، اسلام کے تمام احکام فرد کو معقول طریقہ اخلاق اور روحانی اعتبار سے منظّم کرنا چاہتے ہیں، اس طرح ان شرعی امور سے نفس انسانی کی طہارت وتقویت بھی مقصود ہوتی ہے تاکہ انسان دوسرے کے حقوق کو پورے احساس کے ساتھ ادا کرے۔

اسلام کا تعمیری مزاج: سال 1923ء میں اسلام قبول کرنے والا عبداللہ سابق ہاسلس ٹون اسلام کے بارے میں کہتا ہے: اسلام ذاتی کمال اور شخصی امتیاز کی قدر کرتا ہے، وہ ایک تعمیری مذہب ہے نہ کہ تخریبی، اسلام کے تعمیری مزاج کو سمجھنے کے لئے یہ مثال کافی ہے کہ ایک صاحب ثروت شخص قطعہ زمین کا مالک ہو اور اس نے ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے اس کو یوں ہی بے کار چھوڑ دیا ہو اور اس پر توجہ نہ دے رہا ہو، تو ایک متعین مدت کے بعد وہ زمین اس کی ملکیت سے منتقل ہوکر مفاد عامہ کے تحت آجاتی ہے، اسلامی شریعت بتلاتی ہے کہ وہ زمین ایسی صورت میں اس سے پہلے آدمی کی طرف منتقل ہوتی ہے، جس نے پہلی مرتبہ اس کی کاشت کی ہو اسی طرح اسلام اپنے ماننے والوں کو ہر اس کھیل سے منع کرتا ہے جو لاٹری اور جوا کی قبیل سے ہو اور اس میں دھوکہ اور بغیر محنت کے مال آنے کی آرزو ہو، اسلام سود کو حرام قرار دیتا ہے نیز ہر طرح کے مذہبی استحصال کا قلع قمع کرتا ہے جو عموماً دیگر مذاہب میں رائج ہے، یہ سب چیزیں اسلام کے تعمیری ذہن کی عکاس ہیں۔

مساجد کی سادگی: علی یول، ڈنمارک کا ایک نوجوان ہے، جس نے 1943ء میں اپنے دورہ کے دوران بعض مسلمانوں سے ملاقات کے بعد اسلام قبول کیا، اسلام میں کشش کے اسباب بیان کرتے ہوئے علی یول کہتا ہے: مجھے جس چیز نے اسلام کی طرف کھینچا وہ اسلام اور مساجد کی سادگی ہے، جب میں نے استنبول، دمشق، بیت المقدس، قاہرہ اور الجزائر کی مختلف پرشکوہ مساجد کا مشاہدہ کیا تو مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ اسلام انسانیت کی بلندی کے لئے کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں بناتا، مساجد کی سادگی سے اندازہ ہوا کہ دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کی طرح نہ تو نقش ونگاری ہے، اور نہ ہی تصاویر ومجسمے، اور نہ ہی ترانے اور موسیقی، مسجد نام ہے پرسکون اور خاموش ماحول میں غور وفکر کرنے اور ذات الٰہی کے آگے اپنے آپ کو مٹانے کا، یہ چیزیں دوسرے مذاہب میں مفقود ہیں۔

ظاہر و باطن کی پاکی: فرانس کے عیسائی گھرانے سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر علی سلمان اسلامی عبادات کے سلسلہ میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مذہب اسلام میں نماز اور عبادات کی بنیاد روحانی اور جسمانی پاکی پر ہے، اور یہ اسلام کی اہم ترین خصوصیت ہے، نماز سے پہلے وضو میں پانی کا استعمال جسم وعقل میں ایک طرح کی تازگی پیدا کرتا ہے، ایک مسلمان کے پانچ مرتبہ نماز ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانچ مرتبہ اپنے اعضاء کو دھوتا ہے، بھلا پاکی اور اعضاء کی صفائی کا اس سے اونچا اور کیا طریقہ ہوسکتا ہے، دنیا کے کسی مذہب میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

زکوٰۃ کا نظام: بدھ مذہب سے اسلام میں داخل ہونے والا عبداللہ جس کا تعلق ہالینڈ سے ہے، کہتا ہے: میں نے دنیا میں ایسا کوئی مذہب نہیں پایا جس کے پاس زکوٰۃ جیسا ایک جامع نظام پایا جاتا ہو، زکوٰۃ ادا کرنے والا مسلم معاشرہ، فقر وفاقہ، معاشی نابرابری اور حرماں نصیبی کی زندگی سے پاک رہتا ہے، میرا یقین ہے اگر ساری دنیا اسلام کے زیر سایہ آجائے تو روئے زمین پر کوئی بھوکا اور محروم القسمت نہیں رہے گا، اور جو مسلم معاشرہ اسلامی احکامات کا پابند ہوتا ہے، وہ ایک خوش نصیب اور جرائم سے پاک معاشرہ ہوتا ہے۔

فطرت سے ہم آہنگی: ایک یورپی جوان جس نے قبول اسلام کے بعد اس کے ملنے جلنے والے بار بار سوال کرنے لگے تو اس کے جواب میں وہ کہتا ہے: مجھ سے بکثرت لوگ پوچھتے ہیں کہ میں کیسے مسلمان ہوا؟ اور کب ہوا؟ میرا جواب یہ ہے کہ میرے لیے اس لمحہ کی تعیین مشکل ہے جب میں مسلمان ہوا میرا غالب گمان تو یہ ہے کہ میں بچپن سے مسلمان ہوں اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، اس لئے کہ اسلام دین فطرت ہے اگر آدمی کو فطرت پر چھوڑ دیا جائے اور خارجی اثرات سے محفوظ رہے تو وہ اسلام ہی کو اختیار کرے گا، نومسلموں کے تأثرات کے یہ چند نمونے ہیں، تفصیلی معلومات کتابوں میں مل سکتی ہیں، جن سے دعوتی میدان میں استفادہ کیا جاسکتا ہے، مذکورہ بالا تأثرات عالم عرب کے مشہور مفکر ڈاکٹر عماد الدین خلیل کی کتاب ''قالوا عن الاسلام'' سے لئے گئے ہیں۔

بقیہ: یہ کائنات..

تیسرے کا نام ہے خاموش کچھ سمجھے جناب
جو پہاڑ اس میں رواں ہے آگ اگلتا ہے مدام
پھینکنا ہے گیس لاوا، بھاپ کا بس اس کا کام

یہ سب کتابیں بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر خوبصورت اور دیدہ زیب چھپی ہیں، سرورق پر بھیان کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، اگر آپ کی دلچسپی ان کتابوں سے ہے اور ان موضوعات پر بچوں کو اشعار یاد کرا کر ان کے علم میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو ''یہ کائنات'' کے ستر (70)، یہ زمین، یہ مہینے اور موسم کے پچیس، پچیس (25) یہ بدن کے حصے اور یہ جسم وجان بیس بیس (20) روپے کو قومی کونسل برائے فروغ اردو بھون FC-33/ 9 انسٹی ٹیوشنل ایریا جسولہ نئی دہلی 25 سے حاصل کرسکتے ہیں۔ ''یہ کائنات'' مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن اور مکتبہ نعیمیہ صدر بازار مئو سے مل سکتی ہے۔ مزید معلومات کے 8853214848 پر رابطہ کریں۔

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں

ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان ہے جو تقریباً سو سالوں سے مسلسل شائع ہو رہا ہے، اللہ کا فضل وکرم ہے کہ ملک و بیرون ملک میں قارئین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، اس کی عمدہ طباعت، معیاری مضامین اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں، ادارہ قارئین نقیب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے

مدارس، اسکول، کالج، ہاسپیٹل، میڈیکل اور دکان وغیرہ کے لئے رعایتی قیمت پر غیر تصویری اشتہارات

(Advertisements)

دے کر اپنے ادارہ اور کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں، نیز ادارہ نقیب کے اعزازی ممبران سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ نقیب کی اشاعت میں مالی مدد کریں۔ ضروری معلومات کے لیے رابطہ کریں:

9576507798,8405997542

Email:. naqueeb.imarat@gmail.com

(منیجر نقیب)

دعوت کے لئے فکر و عمل کی ضرورت

مولانا کاکا سعید احمد عمری

اس ملک میں ہم نے تقریباً ایک ہزار سال تک حکومت کی، لیکن اسلام کیا ہے، وہ انسانیت سے کیا چاہتا ہے، قرآن مجید کس لئے نازل ہوا۔۔۔؟؟ یہ اور اس طرح کی بنیادی باتیں تک ہم برادران وطن کونہیں بتاسکے۔ حدتو یہ ہے کہ ہم نے یہ تک بتانے کی کوشش نہیں کی کہ مساجد کیوں قائم ہیں اور وہاں سے روزآنہ پانچ وقت دی جا ہے؟ بھلاسوچئے کہ جب ہم اپنے غیرمسلم بھائیوں کونماز اوراذان تک کا تعارف نہیں کراسکے، تو ہم ان سے کیسے توقع رکھیں کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی قدر کریں گے؟ دورنہ جایئے ان غیرمسلم بھائیوں کو دیکھیں جن سے ہمارے مختلف نوعیت کے تعلقات ہیں۔ پڑوسی کی حیثیت سے، ملازم کی حیثیت سے، دکان دار یا مکان دار کی حیثیت سے، ہم سفر اور ہم علاقہ کی حیثیت سے۔۔۔۔

کیا کبھی ہم نے انھیں نارجہنم سے بچانے کی فکر کی؟ کبھی اسلام سے واقف کرانے کی کوشش کی؟ ہم میں کتنے افراد ہیں جو اس موضوع پرغور وفکر کرتے ہیں؟ کتنے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ برادران وطن تک اسلام کی دعوت پہونچانا ہمارا فرض ہے؟ ہم سے روز قیامت اس بابت سوال ہوگا تو ہم کیا جواب دیں گے؟

دعوت وتبلیغ کے لئے اصل چیز جذبہ دعوت اور آخرت طلبی ہے۔ جذبہ اور لگن کے بغیر یہ کام ہرگزنہیں انجام پاسکتا۔ دعوت دین کے لئے داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل میں کس قدر دردوتڑپ رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کار نبوت کن کن حالات میں انجام دیا، اس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ منصب نبوت کے احساس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمہ تن دعوت بنادیا تھا۔ آپ کی پوری زندگی دعوت دین کا عملی مظہر تھی۔ انسانیت کی نجات کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن رات بے چین رہا کرتے تھے۔ ان کی طرف سے ملنے والی ہر قسم کی تکلیف کوسہتے ہوئے ان کی ہدایت کے لئے دعائیں فرماتے۔ امت کی نجات کی تڑپ آپ کے لئے سوہان روح بن چکی تھی۔ ان کا اخروی نقصان آپ سے دیکھا نہیں جاتا تھا۔ ان کے نقصان کو آپ اپنا ذاتی نقصان سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ کسی طرح کفروشرک سے باز آجائیں اور کلمہ توحید کا اقرار کرکے نارِجہنم سے بچیں اور جنت کے حق دار بن جائیں۔ ان کی ہدایت کی تمنا آپ کو حرص کی حد تک تھی۔ اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن رات ایک کردئے تھے۔ یہ درد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بازار لے جاتا تو کبھی میلے کی جگہ پہونچاتا۔ آپؐ نے کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی، جہاں حق کا پیغام نہ پہونچایا ہو۔ مکہ اور طائف کی گلیوں سے منیٰ اور عرفات کے میدانوں تک، اور رشتے داروں سے لے کر جزیرۃ العرب سے حج کے لئے آئے ہوئے زائرین تک کو آپؐ نے راہ ہدایت کی طرف بلایا۔ یہ درد آپ کو کس حد تک بے قرار رکھتا تھا، اس کیفیت کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا:

''میری اور تم لوگوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جس نے روشنی کے لئے آگ جلائی، مگر پروانے ہیں کہ اس پر جلنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں اور وہ کسی بھی طرح انھیں آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہے، مگر پروانے اس کی ایک نہیں چلنے دیتے۔ ایسا ہی حال میرا ہے۔ میں تمھیں کمر پکڑ کر کھینچ رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرے جارہے ہو'' (بخاری)

دعوت کی اس نبوی تڑپ کو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ تڑپ جس قدر گہری ہوگی اسی قدر ہم دعوت کا کام انجام دے سکیں گے۔ دین کے پیغام کو وطنی بھائیوں تک پہونچانے کی فکر اگر امت کے ہرفرد میں پیدا ہوجائے تو دعوت کا کام بہتے ہوئے پانی کی طرح اپنی راہیں خود متعین کرلے گا۔ مختصر یہ کہ تعلیم اور زبان سے واقفیت ہی سب کچھ نہیں ہے، بلکہ انسانیت کی سچی خیرخواہی اور انہیں نارجہنم سے بچانے کی جستجو، اور اس کے بدلے میں اللہ کے یہاں نعمتوں والی جنت کو پانے کا شوق ہی ہمیں دعوتی کام پر آمادہ کرسکتا ہے۔ میں پوری دردمندی کے ساتھ گزارش کرتا ہوں کہ اس عظیم کام کو انجام دینے کے لئے ہم سب آگے بڑھیں اور پورے اخلاص کے ساتھ عملی کوششوں کا آغاز کردیں۔ دعوت کا کام کسی وجہ سے انفرادی طور پر مشکل ہو تو اس راہ میں کام کرنے والی جماعتوں، اداروں اور افراد سے جڑ کر اس فریضہ کو ادا کرنے کی کوشش کریں۔ کامیابی کے لئے شرط یہ ہے کہ داعی کے اندر اخلاص ہو۔ پیغمبرانہ درد اور تڑپ ہو۔ دعوت کی جستجو اور لگن ہو۔ مدعو سے دلی محبت اور سچی ہمدردی ہو، بالکل اسی طرح جس طرح انبیاء کرام کو اپنی قوم سے ہوا کرتی تھی۔ قوم چاہے انھیں جو بھی تکلیف دے مگر وہ انہیں اپنا بھائی بندہی سمجھتے تھے، ان سے خیر کی کوئی توقع نہ ہو، تب بھی ان کی اولاد سے زندگیوں پر منڈلانے والے عذاب کو دور فرمادیتے تھے۔

دعوت دین کے لئے منصوبہ بندی نہایت ضروری ہے۔ ہم کم سے کم ایک سال کے لئے اپنا دعوتی منصوبہ بنالیں۔ اس منصوبہ کے اجزا میں یہ باتیں شامل ہوں کہ:

(۱) اپنے دعوتی جذبے کوفروغ دینے کے لئے قرآن مجید کا مطالعہ ترجمے کے ساتھ پابندی سے کرتے رہیں۔ اس کے علاوہ حدیث اور سیرت کے مطالعہ کے لئے بھی کچھ وقت مختص کرلیں، اور اس کی پابندی کریں۔ (۲) اپنے خاندان اور دوست واحباب کی دعوتی ذہن سازی اس طرح کریں کہ وہ سراپا دعوت بن جائیں۔ (۳) ماہانہ ہدف مقرر کریں کہ مسلمانوں میں سے پڑوسیوں، مسجد کے مصلیوں اور اپنے دوست واحباب میں سے کم سے کم 10/افراد کی دعوتی ذہن سازی کریں اور انھیں داعی بنائیں۔ (۴) علمائے کرام اپنے خطبات وخطابات، وغیرہ میں دعوت دین کوموضوع گفتگو بنائیں۔ اس کام کی اہمیت وضرورت کو واضح کرتے ہوئے امت کو عملی میدان میں اتارنے کی کوشش کریں۔ (۵) دعوت دین کے لئے کم سے کم ایک، دوغیرمسلم خاندانوں سے فیملی سطح پر تعلقات قائم کریں۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہوں اور ان کے کام آنے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ خدمت خلق کی راہ ان کے دلوں تک پہونچنے میں معاون ہوگی۔ (۶) دعوت دین کے لئے انفرادی ملاقاتوں کا اہتمام کریں، اور اپنا دعوتی درد ان تک منتقل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ کا احسان ہے کہ آج غیرمسلموں میں ہرجگہ ابوطالب کا مزاج رکھنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ ہمیں ایسے لوگوں کو پہچانناہے۔ اُن تک پہونچنا ہے اور دعوتی کام کے لئے ان کی خدمات حاصل کرنا ہے۔ موجودہ حالات میں اس کی بہت ضرورت ہے۔ (۷) مختلف قسم کے جلسوں، تقریبوں اور عیدین کے موقع پر غیرمسلموں کو مدعو کریں اور انہیں اسلام سے قریب اور اس سے متاثر کرنے کی کوشش کریں۔ (۸) مقامی سطح پر وفد کی شکل میں سال بھر میں کم سے کم دوایک مرتبہ برادران وطن کی سربرآوردہ اور بااثر شخصیتوں سے ملاقات کریں اور اسلام کا تعارف کرواتے ہوئے انہیں اسلامی لٹریچر فراہم کریں۔ (۹) دعوتی مقاصد سے اپنی علاقائی زبان کو سیکھیں اور اس میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ (۱۰) سوشل میڈیا (فیس بک، واٹس اپ اور یوٹیوب) کوفروغ دعوت کے لئے استعمال کریں۔

یہ دس نکاتی پروگرام انشاء اللہ ہمارے لئے دعوتی مقصد میں آگے بڑھنے کے سلسلے میں معاون ثابت ہوں گے۔ دعوت کا یہ عظیم المرتبت فریضہ انجام دیتے ہوئے ہماری نیت صرف اور صرف یہ ہو کہ برادران وطن کو راہ جنت پر لگانا ہے، اور اس کے بدلے میں اپنے آپ کو اللہ کی خوش نودی اور اس کی نعمتوں والی جنت کا مستحق بنانا ہے۔ اسی میں ہماری دونوں جہاں کی کامیابی مضمر ہے۔ اگر ہم اخلاص ومحبت کے ساتھ مخلصانہ کوشش کریں گے تو انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ ورنہ دوسری صورت میں ہم بارگاہ الٰہی میں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے امکان بھر کام تو کیا، مگر توفیق وہدایت دینا ہمارے بس میں نہیں تھا۔ دعوت کا یہ ہمہ گیر کام ایک اجتماعی ماحول چاہتا ہے۔ اس کے لئے دعاۃ کا آپسی تعاون، ایک دوسرے کی خدمات کا اعتراف، کام کی قدر اور کام کرنے والوں کی ہمت افزائی، اور کام کو مضبوط کرنے کا جذبہ نہایت ضروری ہے۔

بہرحال! ہمیں ہرحال میں دعوت دین کا فریضہ انجام دینا ہے۔ اس کے لئے حرکت وعمل کی فکر کرنا ہے۔ آج آپ یہ طے کرکے اٹھیے کہ ہم دعوت کے عملی میدان میں قدم رکھیں گے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور صلاحیتوں کو اسلام کی اشاعت اور اس کی سربلندی کے لئے کام میں لائیں گے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت ہمیشہ تازہ رہے: ''اگر اللہ تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو بھی ہدایت سے نوازدے، تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے'' (متفق علیہ) دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعوت دین کے عملی کام کے لئے ہمیں ہمت دے، طاقت اور توفیق نصیب فرمائے، تاکہ ہم اس کار نبوت کو انجام دے کر اللہ کی رضا اور اس کی جنت کے مستحق بنیں، اور نارجہنم سے بچ جائیں۔ آمین

سحر وجادو کی تباہ کاریاں

مفتی حبیب اللّٰہ قاسمی

علوم کی دنیا میں جادو جس کوسحر بھی کہا جاتا ہے۔ ایک قدیم علم ہے، لیکن فرعون کے زمانہ میں اس کو جتنا عروج ملا اس سے پہلے کبھی نہیں ملا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزہ کے سامنے جادوگروں کا فن ایسا پھیکا پڑا کہ وہ سب حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے سلنڈر کر گئے اور فرعون اور اس کے جاہ وجلال کی کوئی پرواہ نہیں کی، جس کا تذکرہ قرآن پاک میں بھی ہے۔ اس فن کو نفع کے بجائے نقصانات کے لئے ہمیشہ استعمال کیا گیا۔ اور آج تو یہ اپنے عروج پر ہے، شادی توڑنے، روکنے، بیمار کرنے، اولاد روکنے، کاروبار ٹھپ کرنے سے لے کر پاگل ودیوانہ بنانے اور گھر اور زندگی کو اجاڑنے اور تباہ وبرباد کرنے کے لئے بلاخوف وخطر آج معاشرہ میں اس کو استعمال کیا جارہا ہے اور لاکھوں انسان اس کی وجہ سے پریشان ہورہے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں ہم درج ذیل سطور میں چند آیات وروایات پیش کرکے اس فن کے غلط استعمال کی شناعت وقباحت سے روشناس کرانا چاہتے ہیں، ممکن ہے کسی کو توبہ کی توفیق نصیب ہوجائے۔ وماذلک علی اللہ العزیز۔

قرآنی آیات اور روایات سے واضح انداز میں سحر اور جادو کا حرام ہونا ثابت ہے، اور گناہ کبیرہ کے ساتھ کفر وشرک کے انواع میں یہ داخل ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا قول ہے'' **الکاھن ساحر و الساحر کافر**'' یعنی ساحر جادوگر کافر ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر صاحب فتح الباری شارح بخاری فرماتے ہیں ''ولکن الشیاطین کفروایعلمون الناس السحر'' سے حضرات علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جادو کفر ہے اور اس کو سیکھنے والا کافر ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ تیسرا گناہ کبیر جادو، کیونکہ جادوگر لازماً کفریہ اعمال میں مبتلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' **ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس الخ**'' بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، شیطان کا انسانوں کو جادو سکھانے کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ وہ اس کے ذریعہ شرک میں مبتلا ہوجائیں۔ امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ جادو کرنا حرام ہے اور اس کے گناہ کبیرہ ہونے پر اجماع ہے۔ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سات ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا ہے، جادو کے بعض اقسام سراسر کفر ہیں، بعض کفر تو نہیں لیکن گناہ کبیرہ میں داخل ہیں لیکن اس کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ جادوگر کافر ہے اور جادو کرنے والا جادو کی وجہ سے واجب القتل ہے اس کو زندیق کی طرح سے قتل کیا جانا یقینی اور حتمی ہے۔ قاضی عیاض مالکی فرمایا کرتے تھے کہ جادو کرنے والے کے سلسلے میں حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کی جورائے ہے وہی رائے حضرت امام احمد ابن حنبلؒ اور صحابہ اور تابعین کی جماعت کا بھی ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے ''**وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر**'' سے جادو کرنے والے کے کافر ہونے کا حکم اخذ کیا ہے کہ آیت کریمہ کا ظاہر یہ بتارہا ہے کہ انہوں نے اس جادو کی وجہ سے کفر کیا تھا اور کسی چیز کے سکھانے کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا، الا یہ کہ وہ چیز ہی کفر ہو، اسی طرح ''**انما نحن فتنة فلا تکفر**'' یعنی ہم تو تمہارے لیے آزمائش ہیں لہٰذا تم کفر مت کرو اس آیت کے اندر فرشتوں کی زبان میں اس بات کا اشارہ موجود ہے کہ جادو سیکھنا کفر ہے، لہٰذا اس پر عمل کرنا بھی کفر ہوگا۔ ابن قدامہ حنبلی تحریر فرماتے ہیں کہ جادو سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہے، اسی طرح امام ابوبکر اسماعیلی فرماتے ہیں کہ دنیا میں سحر اور ساحر دونوں موجود ہیں اور ساحر کا یہ عمل کفر ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جادو تمام انبیاء کرام کے دین میں حرام رہا ہے اور ''**ولقد علموا لمن اشتراہ مالہ فی الآخرۃ من خلاق**'' یہ آیت بھی جادو کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے تلامذہ ''**ولا یفلح الساحر حیت أتی**'' سے استدلال کرتے ہوئے یہ فرماتے تھے کہ جادو سیکھنے اور سکھانے سے انسان کافر ہوجاتا ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں حضرت صفوان بن سلیم کی روایت ہے ''**من تعلم شیئا من الکفر قلیلا و کثیرا کان آخر عھدہ من اللہ**'' جس نے جادو سیکھا خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ تو اس کا آخری عہد اللہ کے ساتھ ہے۔

غرضیکہ حضرات ائمہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد ابن حنبلؒ اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبل کے تمام تلامذہ جادو سیکھنے اور سکھانے اور کسی پر جادو کرنے کو حرام اور کفر قرار دیتے ہیں۔ حافظ ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں کہ حضرات علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ جادو کرنے والا لائق قتل ہے اس کو نہ توبہ کی تلقین کی جائے اور نہ اس کے توبہ کرنے کا انتظار کیا جائے۔ الغرض سحر و جادو سیکھنا اور کسی پر جادو کرنا دونوں حرام اور کفر ہے، اب وہ لوگ سوچیں جو چند کوڑیوں کی لالچ میں کسی کی دنیا اجاڑتے ہیں اور تباہ وبرباد کرنے کی فکر میں رہتے ہیں کہ وہ کس زمرہ میں شامل ہیں اور آخرت میں ان کا کیا حشر ہوگا اور اگر اسلامی حکومت ہو تو دنیا ہی میں دنیا والے اس کا حشر دیکھ لیں گے۔

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

بی بی سی کی ڈاکومنٹری پر کہرام

سال 2002ء کے گجرات فسادات میں بطوروزیراعلیٰ نریندرمودی کے کردار پر بی بی سی کے ذریعہ بنائی گئی ایک ڈاکومنٹری کے معاملے پر ہندوستان سمیت دنیا کے مختلف ممالک میں کہرام مچ گیا ہے۔مرکز کی مودی حکومت کے ذریعہ ڈاکومنٹری پر پابندی عائد کردیے جانے کے خلاف سپریم کورٹ کے وکیل منوہرلال شرما کی جانب سے مفادعامہ کی ایک عرضی داخل کردی گئی ہے جس میں گذارش کی گئی ہے عدالت عظمیٰ بی بی سی ڈاکومنٹری کے دونوں حصے طلب کریں اوراس کی جانچ کرکے ان لوگوں کے خلاف کارروائی بھی کرے جوسال 2002ء کے گجرات فسادات کے لیے بلاواسطہ یابالواسطہ طور پر ذمہ دار تھے۔ادھر ہندوسینا نے بی بی سی دفتر کے باہر پوسٹر لگا کراحتجاج کیا جس میں لکھا گیا ''بی بی سی بھارت چھوڑو''۔ دہلی کے کناٹ پیلس کے کستوربا گاندھی مارگ میں واقع بی بی سی دفتر کے باہر ہندوسینا نے یہ پوسٹر لگا دیا ہے جس میں یہ بھی نعرہ دیا گیا کہ بی بی سی ملک کے اتحاد کے لیے خطرہ ہے۔اس لئے بی بی سی پرفوراًپابندی عائد کردینی چاہیے۔(ایجنسی)

کسانوں کا ریل روکومظاہرہ

پنجاب کے امرتسر میں کسانوں نے ریل روکومظاہرہ کیا۔کسان مزدور سنگھرش کمیٹی کے اراکین پنجاب میں گذشتہ دنوں دوپہر 12 بجے سے 3 بجے تک 3 گھنٹے کا ریل روکو دھرنا دیا۔کسان بڑی تعداد میں پوسٹرز اور بینرز لے کر ریلوے ٹریک پر جمع ہوئے۔کسانوں کا الزام ہے کہ حکومت نے ان کے مطالبات نہیں مانے اور کیے گئے وعدوں کو پورا نہیں کیا۔ریاست کے 11 اضلاع میں کسان احتجاج کررہے ہیں۔کسان مختلف مطالبات کے خلاف احتجاج کررہے ہیں،جس میں انہوں نے جنوری 2021 میں سنگھو بارڈر پر منسوخ کیے گئے تین زرعی قوانین کے خلاف احتجاج کرنے والوں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ بیٹھے ہوئے کسانوں کے ایک گروپ پر مبینہ طور پر حملہ کیا گیا تھا۔مرکزی حکومت سے کسانوں کے دیگر مطالبات میں بجلی کے ترمیمی بل کے مسودے کو ختم کرنا اور عالمی تجارتی تنظیم (ڈبلیو ٹی وی) کے ساتھ ہندوستانی حکومت کے دستخط شدہ معاہدوں کو ترک کرنا شامل ہے۔ دریں اثنا، ریاستی حکومت کے مطالبات میں کسانوں کو گنے کی فصل کے لئے زیرالتوا ادائیگیوں کو صاف کرنا اوران کسانوں کو مناسب معاوضہ دینا شامل ہے،جن کی زمین سڑکوں کے منصوبوں کے لیے حاصل کی جارہی ہے۔(ایجنسی)

پولیس انسپکٹر نے وزیر کو گولی ماری

اڈیشہ کے وزیرصحت نوکشورداس کو ایک داروغہ نے گولی مار کرقتل کردیا۔گذشتہ اتوار کو ایک بجے دن میں اے ایس آئی گوپال داس نے جھارسوگرا ضلع کے برج راج نگر شہر میں وزیر کو گولی ماردی جس سے وہ شدید طور پرزخمی ہو گئے اور لہولہان ہو کر اپنی کار میں گر گئے۔انہیں فوراً بھونیشور ایئر لفٹ کیا گیا جہاں اطلاع ملتے ہی وزیراعلیٰ نوین پٹنائک بھی وہاں پہنچے۔ بتایا جاتا ہے کہ وزیرصحت نوکشورداس ایک میٹنگ میں شرکت کے لیے جارہے تھے کہ کار سے اترنے کے دوران ہی داروغہ نے ان کے سینے میں گولی داغ دی۔ایس ڈی پی او جی بھوئی نے بتایا کہ ملزم اے ایس آئی گوپال داس نے وزیر پر اس وقت تقریباً چار سے پانچ راؤنڈ فائر کیے جب کار سے اترنے کے فوری بعد حامی پھولوں سے ان کا استقبال کررہے تھے۔ داروغہ کی اہلیہ جینتی نے بتایا کہ اس کے شوہر کا دماغی توازن 8-7 برسوں سے خراب تھا۔(ایجنسی)

پاسپورٹ کے لیے درخواست دینا مہنگا پڑا

سمستی پور ضلع کے محی الدین نگر تھانہ علاقہ کے تحت دوبہا گاؤں میں بیرون ملک جانے کے لیے پاسپورٹ کے لیے درخواست دینا ایک نوجوان کے لیے مہنگا ثابت ہوا۔ پاسپورٹ کی تصدیق کے نام پر بھیجے گئے او ٹی پی کی وجہ سے نوجوان کے اکاؤنٹ سے 76 ہزار روپے غائب ہوگئے۔ واقعے کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ تھانہ حلقہ کے دوبہا کے رہنے والے محمد قیصر حسین نے نوکری کی تلاش میں بیرون ملک جانے کے لیے پاسپورٹ کے لیے درخواست دی تھی،اسے تصدیق کے نام پر کال موصول ہوئی۔ پاسپورٹ کی یہ درخواست کچھ دن پہلے دی گئی تھی۔کال کرنے والوں نے قیصر کو بتایا کہ تصدیق ہوجائے گی۔آپ کا KYC بہت پرانا ہے،اسے اپ ڈیٹ کرنے کی ضرورت ہے۔کے وائی سی کو اپ ڈیٹ کرنے کے نام پر اس نے محمد قیصر سے تمام ذاتی معلومات لے لی۔ساتھ ہی ویری فکیشن او کے کرنے کو کہا کہ اب آپ کو او ٹی پی ملے گا۔او ٹی پی کی اطلاع ملنے کے کچھ ہی دیر بعد اس کے اکاؤنٹ سے 76 ہزار روپے غائب ہوگئے۔ جب اسے رقم نکلوانے کا پیغام ملا تو وہ چونک گیا۔اس کے بعد اس نے کال کرنے والے کا نمبر ٹریس کرنا شروع کیا تو وہ نمبر بند ہوگیا۔دھوکہ دہی محسوس کرتے ہوئے محمد قیصر انصاف کے حصول کے لیے تھانہ پہنچ گیا۔دوسری جانب محی الدین نگر تھانے کے صدر امیش کمار پاسوان نے بتایا کہ پولیس معاملے کی جانچ کررہی ہے۔(پریس رپورٹ)

بی جے پی کے لئے خطرے کی گھنٹی: سروے رپورٹ

لوک سبھا انتخابات 2024 سے پہلے تمام سیاسی پارٹیوں نے جوڑتوڑ شروع کردی ہے اورمرکز میں برسراقتدار بی جے پی نے وزیراعظم نریندرمودی کی قیادت میں تیسری بار اپنی واپسی کو یقینی بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے جو طرح طرح کے حربے اختیار کررہی ہے۔ایک سروے رپورٹ نے بی جے پی کی نیند اڑادی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مرکز کی مودی حکومت سے ناراض لوگوں کی تعداد میں 50 فیصد کا اضافہ ہوگیا ہے۔بتایا گیا ہے کہ مودی حکومت کے کام کاج سے غیر مطمئن لوگوں کی تعداد 18 فیصد ہوگئی ہے جو 2016 میں ہوئے اسی سروے میں صرف 12 فیصد تھی۔اس بنیاد پر کہا جارہا ہے کہ بی جے پی کے لیے خطرے کی گھنٹی بج چکی ہے اورمودی کی قیادت میں مرکز کے اقتدار میں بی جے پی کی تیسری بار واپسی کی راہ میں راہل ایک بڑی رکاوٹ بن کر سامنے آگئے ہیں جبکہ کانگریس کی ممکنہ قیادت میں اپوزیشن کا وسیع اتحاد ملک میں تبدیلیٔ اقتدار کا محرک بنے گا جس کی جی توڑ بہار کے وزیراعلیٰ نتیش کمار کررہے ہیں۔(ایجنسی)

طب وصحت

گلے کی سوزش کو کیسے دور کیا جائے؟

سردیوں کے آتے ہی ہر گھر بالخصوص جن گھروں میں بچے ہوتے ہیں ان میں نزلہ زکام کا مسئلہ زور پکڑ جاتا ہے۔اس موسم میں ٹھنڈے پانی کا استعمال گلے میں خراش یا سوزش نزلے کا باعث بنتا ہے،مگر بہتی ناک ہی بڑا مسئلہ نہیں بلکہ اس کو زیادہ تکلیف دہ بنانے والا عنصر گلے کی سوزش بنتی ہے جو کھانا نگلنا مشکل جبکہ بستر پر کروٹیں بدلنے پر مجبور کردیتی ہے۔ گلے کی سوزش کو دور کرنے کے لیے ماہرین طب سیب کے سرکے کو استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔اس کے علاوہ چند گھریلو ٹوٹکوں سے بھی اس مسئلے کا سدباب کیا جاسکتا ہے۔

نمکین پانی کے غرارے: یہ انتہائی آزمودہ نسخہ ہے جو صدیوں سے ہر گھر میں استعمال کیا جارہا ہے۔ ماہرین کے مطابق نمکین نیم گرم پانی کے غرارے کرنے سے گلے میں موجود زہریلے بیکٹیریا کا آسانی سے خاتمہ ہوجاتا ہے اگر اس میں ایک چٹکی ہلدی بھی ملالی جائے تو اس کے فائدے بڑھ جاتے ہیں۔

گرم پانی کا استعمال: پرانے وقت کے ماہرین گلے کی تمام بیماریوں میں ہمیشہ گرم پانی استعمال کرنے کی تلقین کرتے آئے ہیں کیونکہ ٹھنڈا پانی صحت کے لیے نقصان دہ ہے اور گرم پانی جہاں جسم میں فاضل چربی کو جمنے کا موقع نہیں دیتا وہاں ہمارے نظام انہضام کو بھی بہتر بناتا ہے اور یہ گلے کی سوزش کو بھی کم کرتا ہے۔

شہد کا استعمال: شہد کا استعمال انتہائی صحت بخش ہے،خالص شہد میں ہر بیماری کا علاج پایا جاتا ہے۔اس سے گلے کی سوزش یا گلے کے کسی بھی قسم کی خرابی میں اگر شہد دن میں 2 یا 3 بار استعمال کرلیا جائے تو بیماری سے چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔ ایک کپ گرم پانی میں شہد یا ادرک ڈال کر اسے اچھے سے کاڑھ کر پی لیا جائے تو گلے کی کئی بیماریوں سے نجات مل سکتی ہے۔اس کے علاوہ ایک کپ گرم پانی میں آدھا لیمو کا رس ڈال کر غرارے کئے جائیں تو بہت کم عرصے میں گلے کی سوزش اور خراش پر قابو پانے میں مدد مل سکتی ہے۔

بھاپ لیں: بھاپ بھی گلے کی سوزش میں کمی لانے کے لیے مددفراہم کرتی ہے۔اس کے لیے ایک بڑا باؤل لیں،اس میں گرم پانی سے آدھا بھر لیں،اس کے بعد ایک تولیہ لیں اور اسے سر پر اوڑھ کر اپنا سر باؤل کے اوپر ایسے رکھ لیں کہ ایک خیمہ بن جائیں۔بس پھر پانی سے نکلنے والی بھاپ میں سانس لیں۔

لونگ کا استعمال: لونگ کا استعمال تو صدیوں سے ہورہا ہے بلکہ چینی ادویات میں تو انہیں عام استعمال کیا جاتا ہے جو کہ دانتوں کے درد میں کمی بھی لاتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ گلے کی تکلیف کے بھی فائدہ مند ہے۔اس میں موجود اجزا قدرتی طور پر درد کش ہوتے ہیں جبکہ یہ مصالحہ جراثیم کش بھی ہے جو گلے کی تکلیف کو سن کرکے اس میں کمی لاتی ہے۔اس مقصد کے لیے ایک یا 2 لونگیں لیں اور منہ میں ڈال کر چوسنا شروع کردیں، جب وہ نرم ہوجائے تو چبا کر نگل لیں۔

طب وصحت

سردیوں میں جسم میں درد کیوں ہوتا ہے؟

سردیوں میں اکثر لوگوں کو صبح اُٹھنے کے بعد جسم میں درد محسوس ہوتا ہے لیکن اس کی کوئی خاص وجہ سامنے نہیں آتی مگر اب ماہرین نے نہ صرف اس کی وجہ بلکہ درد سے بچنے کا طریقہ بھی بتادیا ہے۔سردیوں کا آغاز ہوتے ہی جب انتہائی سرد ہوائیں چلنے لگتی ہیں تو درجہ حرارت میں تبدیلی کی وجہ سے انسان کو اپنے جسم میں سستی محسوس ہوتی ہے۔موسم کی اس تبدیلی کے دوران جو لوگ گٹھیا کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں اُنہیں اپنے جوڑوں میں درد کا سامنا بھی ہوسکتا ہے جو کہ اکثر کام نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

دہلی سے تعلق رکھنے والے ایک نیورولوجسٹ ڈاکٹر کدم ناگپال کا کہنا ہے کہ جب سردی بڑھتی ہے تو ہم ورزش نہیں کرتے ، یہاں تک کہ اپنے جسم کو اپنی معمول کی زندگی کے مقابلے میں حرکت میں بھی کم ہی لاتے ہیں اس لیے موسمِ سرما کے دوران جسم میں درد کا سامنا ہوتا ہے۔اُنہوں نے کہا کہ 'بہت سے لوگوں کو سردیوں میں نزلہ زکام، سر میں درد، اور بائیک چلاتے ہوئے کمر اور گردن میں اکڑن کا سامنا ہوسکتا ہے'۔اُنہوں نے مزید کہا کہ 'اگر آپ کو سردی بڑھنے پر جسم میں درد کا خطرہ ہو تو اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ نے اپنے جسم کو مناسب طریقے سے ڈھانپا ہوا ہے اور اگر آپ بائیک پر سفر کررہے ہیں تو اپنے آپ کو موٹے سوئٹر یا جیکٹوں سے ڈھانپیں اور مفلر کا استعمال بھی کریں'۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ 'آپ کو موسمِ سرما میں کسی نہ کسی طرح کی ورزش یا کسی سرگرمی کو معمول بنانا چاہیے تاکہ جسم کے متاثرہ حصّوں میں کچھ لچک پیدا ہو'۔ ماہرین کے مطابق سردیوں کے دن چھوٹے ہونے کی وجہ سے سورج کی روشنی کم ملتی ہے جس کی وجہ سے انسان کا جسم ہڈیوں کے لیے سب سے اہم جزو وٹامن ڈی سے محروم رہتا ہے۔

اُنہوں نے کہا کہ 'وٹامن ڈی مضبوط ہڈیوں، دانتوں اور جوڑوں کے لیے ضروری غذائیت ہے اور سردیوں میں، وٹامن ڈی کی کم مقدار بھی ہڈیوں میں تکلیف، ہڈیوں کے ٹوٹنے، پٹھوں میں کھنچاؤ اور پٹھوں کے کمزور ہونے کے امکانات کو بڑھا دیتی ہے کیونکہ اس صورتحال میں جسم مناسب طریقے سے کیلشیم اور فاسفورس جذب نہیں کرپاتا'۔اُنہوں نے مزید کہا کہ 'سردیوں میں ایسے افراد جو کہ گٹھیا کے مرض میں مبتلا ہیں ان کے کمروں میں ہیٹر چلانا بہترین ہے،اس کے علاوہ روزانہ ورزش کرنے اور اُمیگا تھری سے بھرپور غذا کا استعمال سے بھی جسم میں اور جوڑوں کے درد میں کمی لانے مدد مل سکتی ہے'۔

Volume:63/73,Issue:06 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

دیدہ وروں کے شہر میں ہر ایک پستہ قد
پنجوں کے بل کھڑا ہے کہ اونچا دکھائی دے
(فخرالدین بلے)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

ہیٹ اسپیچ: غداری سے بھی بڑا گناہ!

اعظم شہاب

چندروز قبل لال قلعہ کے سامنے سے راہل گاندھی نے قومی میڈیا پر ہندو۔ مسلم منافرت پھیلانے کا جوالزام لگایا تھا، اس پر سپریم کورٹ نے اپنی سماعت کے دوران مہر لگا دی۔ جسٹس کے ایم جوزیف اور جسٹس ناگ رتنا کی بنچ نے کہا کہ ”میڈیا میں نفرت انگیز بیان بھارت کے لیے ایک بڑا خطرہ بن گیا ہے جس پر روک لگانا ہوگا۔ ہم اسے بولنے کی آزادی کے زمرے میں نہیں لے سکتے۔ میڈیا اس سے سماج میں تقسیم پیدا کررہا ہے“۔ عدالت نے یہ بھی پوچھا کہ اگر کوئی نیوز اینکر نفرت کی زبان کا استعمال کرتا ہے تو اسے کیوں نہیں ہٹایا جا سکتا؟

دراصل 5 فروری کو ممبئی میں ہونے والی ایک ریلی پر پابندی لگوانے سے متعلق سپریم کورٹ میں عرضی داخل کی گئی تھی، جس کو سپریم کورٹ نے سماعت کے لیے قبول کرلیا تھا، اور جمعہ کو اس پر سماعت ہوئی. بنچ نے عرضی پر سماعت کی رضامندی ظاہر ضرور کی اور سماعت کی بھی، لیکن ساتھ ہی کہا کہ ”اس سلسلے میں ہم آپ کے ساتھ ہیں، لیکن یہ سمجھیں کہ ہر بار کسی ریلی کا اعلان ہونے پر سپریم کورٹ کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا جا سکتا۔ ہم پہلے ہی ایک حکم پاس کر چکے ہیں جو بہت واضح ہے۔ تصور کیجیے کہ ملک بھر میں ریلیاں ہورہی ہیں۔ ہر بار سپریم کورٹ کے سامنے کوئی درخواست دے گا، تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟“

سپریم کورٹ کی بنچ کا کہنا تھا کہ ”آپ ہمیں بار بار حکم دینے کے لیے کہتے ہیں۔ ہم نے اتنے سارے احکام جاری کیے ہیں، لیکن کوئی کارروائی نہیں کی جارہی ہے۔ سپریم کورٹ کو حادثہ درحادثہ کی بنیاد پر کوئی حکم پاس کرنے کے لیے نہیں کہا جانا چاہیے۔“ بنچ نے بتایا کہ ایک وکیل نے اس معاملے کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ’ہندو جن آکروش مورچہ‘ کے ذریعہ ممبئی میں منعقد کی جانے والی ہیٹ اسپیچ والی ریلی کے خلاف فوراً سماعت کی ضرورت ہے۔ پھر بنچ نے کہا کہ ”کچھ دن پہلے بھی اسی طرح کی ایک ریلی منعقد ہوئی تھی جس میں 10 ہزار لوگوں نے حصہ لیا اور مسلم طبقہ کے معاشی بائیکاٹ اور سماجی بائیکاٹ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔“

اس طرح کے معاملے پر سپریم کورٹ نے گزشتہ سال 21 اکتوبر کو دہلی، اتر پردیش اور اتراکھنڈ کی حکومتوں کو نفرت پھیلانے والی تقریروں پر سخت کارروائی کرنے اور قصورواروں کے خلاف شکایت کا انتظار کیے بغیر فوراً مجرمانہ معاملہ درج کرنے کی ہدایت دی تھی۔ بہرحال سپریم کورٹ نے سماعت کی اجازت دی اور جمعہ کے دن اس کی سماعت ہوئی اور سپریم کورٹ کا مذکورہ تبصرہ سامنے آیا۔

اتفاق کی بات ہے کہ اسی دن ہیٹ اسپیچ کے ایک اور معاملے کی بھی سماعت ہوئی۔ یہ معاملہ دسمبر 21 میں دہلی میں ہوئے دھرم سنسد سے متعلق تھا، جس میں جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ اور جسٹس پی ایس نرسمہا کی بنچ نے حکومت اور پولیس کو سخت لتاڑ لگائی۔ عدالت نے سوال کیا کہ ”دھرم سنسد کے انعقاد کے 5 مہینے بعد ایف آئی آر درج کیوں درج کی گئی، اس کے 8 ماہ بعد بھی تفتیش میں کوئی پیش رفت کیوں نہیں ہوئی، کتنے لوگوں کو گرفتار کیا گیا اور کتنوں سے تفتیش کی گئی؟“ عدالت نے حکومت اور پولیس کو دو ہفتے کے اندر اسٹیٹس رپورٹ سونپنے کا حکم دیا۔ گویا سپریم کورٹ نے ہیٹ اسپیچ معاملے میں میڈیا اور پولیس کے حوالے سے حکومت کے دونوں گالوں پر زوردار طمانچہ رسید کیا ہے۔

اس سے قبل بھی ہیٹ اسپیچ کے معاملے پر ملک کی مختلف عدالتیں میڈیا اور حکومت کے رخسار شریف پر اسی طرح کے طمانچے لگاتی رہی ہیں، لیکن عقل ہے کہ ٹھکانے ہی نہیں آرہی ہے۔ اور جب عقل ٹھکانے نہیں رہتی ہے تو اسی طرح کا جواب دیا جاتا ہے جس طرح دھرم سنسد معاملے میں حکومت نے سپریم کورٹ کو دیا ہے۔ عدالت نے جب حکومت کے کان مروڑے تو اس نے بلبلا کر یہ کہہ دیا کہ ہم ہیٹ اسپیچ کے خلاف قانون بنانے کی تیاری کررہے ہیں۔ اب یہ بات تو ملک کا بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو حکومت ہیٹ اسپیچ کے صریح مرتکبین کے خلاف 5 ماہ تک ایف آئی آر درج نہ کرسکی تھی، جس نے اس کے 8 ماہ بعد کوئی تفتیش تک نہیں کرسکی وہ کیا قانون بنائے گی اور جو بنائے گی وہ کیسا ہوگا۔

سچائی یہ ہے کہ چاہے دھرم سنسد جیسی تقاریب میں نفرت انگیز بیانات ہوں یا قومی میڈیا پر پھیلائے جانے والی منافرت، یہ سب ایک ایجنڈے کے تحت ہی ہوتے ہیں۔ قومی میڈیا پر ہیٹ اسپیچ کی سماعت کے دوران جج حضرات نے بھی اس ایجنڈے کا ذکر کیا ہے۔ یہ ایجنڈا اس کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے کہ کسی بھی طرح حکومت کے ووٹ بینک کی سیاست کو مضبوطی حاصل ہو۔ اس کی درجنوں مثالیں ہیں، لیکن ہم یہاں صرف دہلی کے مایاپوری کے واقعے کا ذکر کریں گے جس میں اے ایس آئی شمبھو دیال پر چاقو سے حملہ کرکے قتل کرنے والے ایک مجرم کو میڈیا بغیر کسی تحقیق کے ’جہادی‘ یا مسلمان نہ قرار دیتا اور بی جے پی کے لوگ میڈیا کی اس خبر کو نہ پھیلاتے۔

مایاپوری میں ہوئے اسنیچنگ کے ایک معاملے میں دہلی پولیس کے اے ایس آئی شمبھو دیال جب ملزم کو گرفتار کرنے پہنچے تو ملزم نے اے ایس آئی پر چاقو سے حملہ کردیا۔ اس کے بعد ٹائمز ناؤ سے لے کر سدرشن ٹی وی تک پر اس شخص کو ’محمد انیس‘ اور جہادی بتایا جانے لگا۔ اب کوئی اتنا بھی بھولا نہیں ہے کہ وہ ’محمد انیس‘ یا ’جہادی‘ لفظ کے استعمال کو نہ سمجھ سکے۔ تین چار دنوں تک مسلمانوں کے خلاف یہ منافرت خوب پھیلائی جاتی ہے۔ پھر جب دہلی پولیس پر دباؤ بڑھتا ہے تو اس نے ایک پریس ریلیز جاری کرکے یہ وضاحت کی کہ ”اے ایس آئی شمبھو دیال کو قتل کرنے والے شخص کا نام انیش راج ولد پرہلاد راج ہے۔ یہ ایک مجرم ہے۔ موبائل فون چوری کے الزام میں گرفتار کرنے کے دوران اس نے اے ایس آئی پر چاقو سے حملہ کیا تھا۔ معاملہ فرقہ وارانہ نہیں ہے۔ سوشل میڈیا پر کچھ ہینڈلس کے ذریعے غلط و گمراہ کن معلومات دی جارہی ہے“۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تین چار دنوں تک ہندووں کے درمیان مسلمانوں کے خلاف نفرت کا یہ زہر پھیلایا جارہا تھا، تو کیا پولیس اس سے لاعلم تھی؟ کیا پولیس کو قومی میڈیا پر ایک ایجنڈے کے تحت کیے جانے والے اس پروپیگنڈے کے بارے میں نہیں معلوم تھا؟ پھر جب اسے یہ معلوم ہوگیا کہ سوشل میڈیا کے کچھ ہینڈلس سے اس تعلق سے غلط اور گمراہ کن جانکاری پروسی جارہی ہے تو کیا اس نے ان میڈیا ہینڈلس کے خلاف بھی کچھ کارروائی کی؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہیٹ اسپیچ یا نفرت صرف میڈیا یا کچھ فرقہ پرست لیڈروں کے ذریعہ نہیں پھیلائی جارہی ہے بلکہ اس میں حکومت اور پولیس بھی کسی نہ کسی طور پر شامل ہے۔ یا اگر نہیں شامل ہے تو اس معاملے میں اس کی خاموش رضامندی ضرور ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ حال ہی میں اخبارات میں آسٹریلیا سے متعلق ایک خبر آئی تھی، جس میں یہ کہا گیا تھا کہ آسٹریلیا میں ہندوؤں اور ان کے مندروں پر حملے ہورہے ہیں۔ یہ خبر پرنٹ اور الکٹرانک دونوں میڈیا پلیٹ فارم پر آئی تھی۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ہندو ووٹ بینک کی سیاست اور ہندو مفاد کی بات کرنے والے بھی آسٹریلیا میں بھارتیوں پر ہونے والے ان حملوں پر خاموش ہیں۔ ان کی جانب سے اس پر ابھی تک ایک لفظ بھی نہیں بولا گیا ہے۔

ایسا اس لیے ہورہا ہے کہ آسٹریلیا میں جو حکومت ہے اس کو وہاں پر مندروں پر حملے کرانا اس کے ووٹ بینک کے لیے فائدہ مند ہے، لیکن وہاں مندروں پر حملے کرنے والوں کے خلاف بولنا یا ان کی مخالفت کرنا یہاں کی سیاست کرنے والوں کے لئے فائدہ مند نہیں ہے۔ البتہ اس خبر میں اگر کوئی مسلمان اینگل ہوتا تو نہ جانے اب تک کتنا زہر پھیل چکا ہوتا۔ کروڑوں ٹوئٹ اور ری ٹوئٹ ہوچکے ہوتے اور لاکھوں واٹس ایپ گروپ میں اس تعلق سے کچی پکی خبریں شیئر ہوگئی ہوتیں جس میں 90 فیصد جھوٹی ہوتیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہیٹ اسپیچ یا دوسرے مذاہب کے لوگوں کے خلاف معاندانہ رویہ اختیار کرنا ووٹ بینک کی سیاست کا ایک حصہ ہے۔ اگر آسٹریلیا میں ہندوؤں اور مندروں پر ہونے والے حملوں کے پسِ پشت ووٹ بینک کی سیاست ہے تو ہمارے یہاں بھی اس پر خاموشی کا سبب یہی ووٹ بینک کی سیاست ہے۔ ووٹ بینک کی سیاست کرنے والے یہ نہیں سمجھ رہے ہیں کہ ایک دوسرے کے خلاف نفرت پھیلا کر وہ اس ملک کا کتنا زیادہ نقصان کررہے ہیں۔ یہ ملک کے ساتھ غداری سے بھی بڑا گناہ ہے۔

شکر ہے کہ سپریم کورٹ نے اس پر سخت رخ اپنایا ہے، لیکن یہ سخت رخ اس وقت تک شاید کارگر نہ ہوسکے جب تک اس کو بزورِ طاقت نہ روکا جائے۔ یہ کام حکومت کا ہے لیکن جو حکومت ہیٹ اسپیچ کے علانیہ معاملے میں 5 ماہ تک ایف آئی آر نہ درج کرائے، جس کی پولیس 8 ماہ تک کوئی تفتیش نہ کرسکے اور اے ایس آئی شمبھو دیال کے معاملے میں اس اعتراف کے باوجود کہ غلط اور گمراہ کن خبریں پھیلائی جارہی ہیں، کوئی سخت قدم نہ اٹھائے، وہ حکومت ہیٹ اسپیچ کو روکنے میں کیا موثر قدم اٹھائے گی؟ اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

☆اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں ۔رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔(محمد اسعدالله قاسمی منیجر نقیب)